ایک مُناظرہ
جو ہو نہ سکا
فخرِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا عبدالرشید صاحب چشتی صابری اور مفتی غلام سرور قادری بریلوی
کے مابین مناظرے کی ابتدائی گفتگو۔ مفتی غلام سرور صاحب کی تحریری و
تقریری مناظرے سے پہلوتہی اور بالآخر مُباہلے سے بھی گریز ــــ!
مُرتّب
انور محمود صدّیقی
پرنسپل گنگ فیصل کالج، کوٹ لکھپت لاہور
مکتبۃ الحبیب
مکتبۃ الحبیب
بنوری ٹاؤن کتب مارکیٹ، جمشید روڈ، کراچی
فون: 4911181 موبائل: 0300-9285078

ایک مُناظرہ

جو ہو نہ سکا

فخرِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا عبد الرشید صاحب چشتی صابری اور مفتی غلام سرور قادری بریلوی کے مابین مناظرے کی ابتدائی گفتگو، مفتی غلام سرور صاحب کی تحریری، تقریری مناظرے سے پہلو تہی اور بالآخر مُباہلے سے بھی گریز ـــ!

مُرتّب

انور محمود صدیقی

پرنسپل کنگ فیصل کالج، کوٹ لکھپت لاہور

مکتبۃ الحبیب

بنوری ٹاؤن کتب مارکیٹ، جمشید روڈ، کراچی

فون: 4911181 موبائل: 0300-9285078

فہرست مضامین

پہلا حصہ —— تحریری گفتگو

مکتوب[۲] مفتی غلام سرور صاحب قادری

بخدمت جناب مولوی عبدالرشید صاحب بلاوالله واعلاء رشدا

۱۔ سلام مسنون کے بعد معروض اینکہ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ جواباً معروض ہے کہ تسلیم کرنے کے بعد کہ جناب قطب الدین صاحب کی طرف سے آپ کو دعوت مناظرہ دی گئی لیکن آپ نے اس سے فائدہ اٹھانے اور راہ فرار اختیار کرنے کے لیے ایسی ناقابل قبول شرائط بھی عائد کر دیں جن کی موجودگی میں کوئی اہل علم مناظرہ کو تیار ہی نہ ہو۔ مناظرہ کی دعوت میں قطب الدین صاحب نے یہ کب کہا یا لکھا ہے کہ آپ کی ہر شرط ہمیں منظور ہوگی[۱]، جو چاہیں آپ ہم سے منواتے جائیں اور ہماری نہ مانیں ہمیں کوئی سخت مجبوری پیش ہے جس کی وجہ سے ہم مناظرہ کی ہر الٹی سیدھی بات کو تسلیم کرکے رہیں گے جناب عبدالرشید صاحب! ہمیں کوئی ایسی مجبوری نہیں ہے۔ یہ تو اظہار حق کے لیے ایک سلسلہ عمل میں لانا تھا تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے۔ لیکن فریق ثانی اگر ایسی نامناسب شرطیں عائد کرنے لگے، جن سے احقاق حق و ابطال باطل میں رکاوٹ پیدا ہونے کا قوی امکان ہو تو پھر اس مناظرہ کو کیا کیجئے گا؟ اور اس کا فائدہ کیا؟۔ باقی آپ نے جو حدیث بحوالہ صحیح مسلم پیش کی ہے براہ نوازش اس کا صفحہ نمبر بھی بتا دیجئے تاکہ اس پر غور کیا اور دیکھا جائے کہ اسے آپ کے مدعی سے واسطہ بھی ہے یا نہیں اور ممکن ہے بلکہ ظن غالب ہے کہ وہ دعوت کھانے کی ہوگی نہ کہ مناظرہ کی۔ اگر کھانے کی دعوت تھی تو وہ عقیدت کی بنا پر تھی کیونکہ مسلمان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت پیش کرنا عقیدت و محبت کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے اس لیے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عقیدت مند کی طرف سے پیش کردہ دعوت کے قبول میں جو شرط چاہیں عائد فرمائیں تاکہ اس کی عقیدت و محبت کو آزمایا جائے اور اگر وہ مناظرہ کی دعوت تھی تو حضرت عائشہ صدیقہ کو ساتھ لے جانے پر اصرار کیوں کر ہوتا بلکہ ان کا لے جانا مناسب بھی نہ ہوتا۔ تو آپ نے کھانے

---

[۱] ۲۹ جون ۸۰ء کے لکھے ہوئے مفتی صاحب کے مکتوب کے نیچے قاری قطب الدین صاحب کا ۵ جولائی ۸۰ء کا لکھا ہوا نوٹ ملاحظہ فرمالیں قاری صاحب لکھتے ہیں "سوال ۱ آپ کی ہمیں ہر شرط منظور ہے ۱۲۔" نور محمود

تیسرا حصہ ــــ بریلوی تحریرات کے عکس

پیش لفظ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اسلامی تاریخ کے کسی بھی دور پر نظر ڈال لیجیے تو معلوم ہو گا کہ علماء حق نے گلشن رسالت کی حفاظت کے لیے ہمیشہ خون جگر کے نذرانے پیش کیے۔ اس کے ردِعمل میں جہاں امت مرحومہ نے ان گلشن رسالت کے پروانوں پر عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے وہاں بلبل گروہوں کی طرف سے بغض و عداوت اور حسد و کینہ کی بناء پر ان ناعین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کی بارشیں بھی ہوئیں کبھی اس عالم کی فضاؤں نے انہیں مکہ مکرمہ کی تپتی ریت پر لیٹ کر اور ایذائیں برداشت کر کے اَحَد۔ اَحَد کی صدائیں بلند کرتے ہوئے پایا۔ کبھی پھانسی کے پھندے پر اعلائے کلمۃ الحق کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے ہوئے دیکھا۔ کبھی انہیں جیل کی چار دیواری میں محبوس کیا گیا تو کبھی کفر کے فتووں سے نوازا گیا۔

آج بھی ان اکابر کے جانشین زندہ ہیں جو مادہ پرستی کے اس پرفتن دور میں بھی صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے مصائب کو گلے لگاتے ہیں۔ اگر انہیں حق کے لیے مسجد میں گوشہ نشیں رہ کر قال اللہ اور قال الرسول کو اوڑھنا بچھونا بنانا پڑے تو بناتے ہیں اور اگر حق کے لیے ہی میدان جہاد میں نکلنا پڑے تو بھی دریغ نہیں کرتے انہی علماء حق میں سے میرے استاذ محترم حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی بھی ہیں۔ ہر شخص کو اپنی مادر علمی پر فخر ہوتا ہے۔

سو جیسے بھی ہے لیکن فخر کا معاملہ کچھ جذباتی سا ہے اگر جذبات سے بلند ہو کر آپ ملاحظہ فرمائینگے تو بھی انشاء اللہ میرے استاذ محترم کو انہی علماء حق کا ایک فرد پائیں گے۔

مناظرہ کے زبانی چیلنج

جس طرح دیگر علماء حق کے بارے میں "سُنّتُ اللہ" یہی جاری ہے کہ جب علماء حق کی تعلیم و تبلیغ سے اہل بدعت کے ایوانوں میں شگاف اور دراڑیں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں تو اہل بدعت کے علماء سوء ان کے درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ بالکل یہی صورت حال حضرۃ الاستاذ مدظلہٗ کے ساتھ اپنے علاقے میں پیش آئی چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ استاذ محترم کو قاری قطب الدین صاحب خطیب جامع مسجد حاجی نور احمد پٹیل روڈ نے دیوبندی بریلوی اختلافی امور پر مناظرہ کے چیلنج دینے شروع کر دیئے چونکہ حضرت ممدوح آج کل کے مناظروں سے طبعاً متنفر اور گریزاں رہتے ہیں کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس قسم کے مناظرے فریقین کی غلط فہمیوں اور رنجشوں کو ختم کر کے ان میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کی بجائے مزید انتشار و خلفشار پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں اس وجہ سے حضرت والا نے ان چیلنجوں کو درخور اعتناء ہی نہ سمجھا اور جواب دینے کی بجائے سکوت و خاموشی کو اختیار فرمایا کیونکہ

؏ جواب جاہلاں باشد خموشی

مناظرہ کا تحریری چیلنج

لیکن افسوس کہ شرارت پسند طبیعتوں نے اس سکوت و خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر لوگوں میں غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا نیز اب مزید ترقی کر کے قاری صاحب مذکور نے باقاعدہ تحریری طور پر مناظرہ کا چیلنج دے دیا اور مفتی غلام سرور صاحب قادری کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کر دیا۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری کا تقریری مناظرہ سے فرار

اب جب کہ پانی سر سے گذر چکا تھا مجبوراً حضرۃ الاستاذ کو بھی جواب دینا پڑا۔ حضرت ممدوح کے جواب کا خلاصہ یہ تھا۔

"چونکہ بالعموم تقریری مناظرے ہنگامہ اور توتو میں میں کی نذر ہو جاتے ہیں اس لئے اس کے سدباب اور تقریری مناظرہ کے نتیجہ خیز اور مفید بنانے کے لئے میری کچھ شرائط ہیں (جو ممدوح کے مکتوب گرامی میں ملاحظہ فرمالیں) اگر آپ انہیں منظور فرمالیں تو میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں ورنہ بلاوجہ کی ہنگامہ خیزی اور دنگا فساد برپا کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اگر آپ تحریری مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر بلا شرط جس موضوع پر آپ چاہیں مجھ سے مناظرہ کر سکتے ہیں"

جواباً مفتی غلام سرور صاحب قادری نے استاذ محترم کی شرائط میں ترمیم کرانے کے لئے گفتگو شروع کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ

"ورنہ بصورت مجبوری تحریری گفتگو عمل میں لائی جائے گی"

طرفین سے خط و کتابت جاری رہی تا آنکہ جب مفتی صاحب نے اپنے اندر جواب دینے کی سکت نہ پائی تو خط و کتابت کا سلسلہ بند کر کے تقریری مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر گئے۔

مفتی صاحب کا تحریری مناظرے سے بھی فرار

جب مفتی صاحب تقریری مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر گئے تو حضرۃ الاستاذ نے مفتی صاحب کو ان کا وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ تقریری مناظرہ کی شرائط پر اگر اتفاق رائے نہ ہو سکا تو "تحریری گفتگو عمل میں لائی جائے گی" لیکن مفتی صاحب پر کچھ ایسا رعب چھا گیا کہ وہ تحریری گفتگو کے لیے بھی (باوجود وعدہ کے) اپنے آپ کو تیار نہ کر سکے۔

مفتی صاحب سے بالمشافہہ گفتگو

اس کے کچھ عرصہ بعد مزنگ کے بعض حضرات مفتی غلام سرور صاحب قادری کے پاس پہنچے تاکہ حضرت الاستاذ کے ساتھ تقریری مناظرہ کے شرائط پر بالمشافہہ گفتگو کے لئے ان کو دعوت دیں۔ مفتی صاحب ان کی دعوت پر ۳ شعبان (۱۴۰۲ھ) کی شب کو تشریف لائے اور جامع

مسجد حاجی نور احمد واقع پٹیل روڈ میں تقریباً پچاس۵۰ آدمیوں کی موجودگی میں استاذ محترم اور مفتی غلام سرور صاحب قادری کی بالمشافہ گفتگو ہوئی (اس کی تفصیلی روداد اس مکتوب میں ملاحظہ فرمائیں جو حضرت ممدوح نے ڈاکٹر اقبال صاحب کو تحریر فرمایا ہے اور اسی رسالہ میں صـ سے صـ تک درج ہے)

مفتی صاحب کا مباہلہ سے فرار

اسی گفتگو کے دوران بات مباہلہ تک جا پہنچی۔ حضرت استاذ نے فرمایا کہ جن چار اکابر علماء دیوبند پر احمد رضاخان صاحب نے اپنی کتاب "حسام الحرمین" میں نام بنام کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے انہی چار حضرات یعنی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدست اسرارہم کا نام لے کر ان کے ایمان پر احقر سے مباہلہ کرلیں تو موصوف اس سے بھی راہ فرار اختیار کرگئے اور مجلس سے اٹھ کر چل دیئے۔

بیس سے زائد افراد کی شہادت

اس گفتگو کی روداد ہمارے ایک مخلص دوست ڈاکٹر اقبال صاحب کے فرمانے پر حضرۃ الاستاذ نے ان کے لیے مختصر طور پر قلم بند فرمادی اور بیس شرکاء مجلس نے بطور تصدیق وتائید اس پر دستخط ثبت فرمائے۔ بلکہ ڈاکٹر اقبال صاحب نے بذات خود استاذ محترم اور مفتی غلام سرور صاحب قادری کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم الحروف سے ایک مجلس میں فرمایا کہ

"مفتی غلام سرور صاحب قادری نے گفتگو کا آغاز تو نہایت عمدہ طریقے سے کیا تھا لیکن بعد میں جلد ہی وہ وکیلانہ انداز اختیار کرگئے جس سے لوگوں کے ذہن میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ انہوں نے وقت گذاری کے لئے اس وکیلانہ انداز کو اختیار کرلیا ہے۔ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے حضرت مولانا قاری

عبدالرشید صاحب کے دلائل مع حوالہ جات نہ صرف یہ کہ قابل تعریف تھے
بلکہ وہ ایمان افروز بھی تھے یہی وجہ ہے کہ اہل علم حضرات نے مفتی غلام سرور
صاحب قادری کے بیانات سے کوئی اچھا تاثر نہیں لیا بلکہ اس کے برعکس
حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب کے نقطۂ نگاہ کو ازحد پسند کیا۔"

نیز ڈاکٹر صاحب نے اسی مجلس میں استاذ محترم کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار
کرتے ہوئے احقر سے فرمایا کہ

"میں نے اپنے ابتدائی دور میں قاری معین الاسلام" صاحب سے کچھ دینی
تعلیم حاصل کی تھی اور ان کو میں نے بڑا بے لوث۔ بے نفس اور متقی انسان
پایا تھا اب عرصہ دراز کے بعد میں نے ان صفات کا حامل مولانا قاری
عبدالرشید صاحب کو پایا۔"

علاقہ مزنگ کے مشہور و معروف سیاسی وسماجی رہنما جناب چوہدری اشفاق
صاحب ممبر زکوٰۃ کمیٹی شاداب کالونی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں اس مجلس مناظرہ کو منعقد کرانے والے سرگرم ارکان میں سے تھا۔ میری
خواہش تھی کہ حق و باطل مجھ ایسے علم دین سے دور افراد کے سامنے واضح ہو
جائے۔ اس محفل کے دوران جو کاروائی بھی ہوئی وہ میرے ہی لیٹر پیڈ پر
نوٹ ہوئی۔ ابتدائی طور پر سوالات مفتی غلام سرور قادری نے کیے۔ ان
کے جوابات معہ حوالہ جات قاری عبدالرشید صاحب نے دیئے جو کہ عین شریعت
کے مطابق اور لاجواب کر دینے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری محفل میں
حضرت قاری صاحب کو عبور حاصل رہا اور محفل میں موجود تمام حضرات
نے حق و باطل کے درمیان فرق کو محسوس کر لیا۔"

مفتی غلام سرور صاحب قادری کا دوبارہ گفتگو کیلئے تیار نہ ہونا

چوہدری محمد اشفاق صاحب نے مزید بیان کیا کہ

" اس مجلس کے چند روز بعد میں اور جناب گلزار صاحب، قاری قطب الدین صاحب، جناب چوہدری عطاء محمد صاحب، بابا حسن دین صاحب، جناب قمرالدین عرف خلیفہ صاحب، مفتی غلام سرور صاحب کے پاس پہنچے، چونکہ ہم لوگ کاروبار وغیرہ سے فارغ ہو کر گئے تھے اس لئے رات کو تقریباً بارہ بجے وہاں پہنچے، ہم نے مفتی صاحب سے دوبارہ گفتگو کے لئے تاریخ اور وقت مقرر کرنے کے لئے کہا تو وہ راضی اور تیار نہ ہوئے بعدازاں ہمارے رفقاء نے مجبور کیا تو مفتی صاحب نے کافی دیر سوچنے کے بعد ہمیں ایک اور عالم کا پتہ دیدیا۔

جب مفتی صاحب نے انکار کیا تو میں نے جان لیا کہ معاملہ صاف ہے کہ مفتی صاحب غلط ہیں ورنہ مناظرہ سے نہ بھاگتے۔"

"رشیدیہ" کتاب کا غلط حوالہ دیکر جان چھڑانے کی ناکام کوشش

جب مزنگ کے مندرجہ بالا معززین مفتی غلام سرور صاحب قادری کے پاس پہنچے تاکہ انہیں دوبارہ گفتگو کے لئے آمادہ و تیار کریں تو حضرۃ الاستاذ کے ساتھ دوبارہ گفتگو کے لیے تو خیر وہ کیا تیار ہوتے البتہ چوہدری عطاء محمد صاحب کو مفتی صاحب نے فرمایا کہ

"آپ اس کو (یعنی استاذ محترم کو = انور) کہیں کہ وہ علم مناظرہ کی مشہور درسی کتاب "رشیدیہ" کا مطالعہ کرے اور پھر بتلائے کہ اس میں قسم اٹھانے کا ذکر کہاں ہے"؟

استاد محترم نے اس کے جواب میں چوہدری عطا محمد صاحب سے فرمایا کہ
" رشیدیہ" مناظرہ کی کتاب ہے شرائطِ مناظرہ کی نہیں۔ ہم نے تو ابھی مناظرہ شروع ہی نہیں کیا تھا بلکہ شرائطِ مناظرہ کے سلسلہ میں ہماری بات ہو رہی تھی۔ نامعلوم مفتی صاحب کو کیا ہو گیا کہ وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے ایسی ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں"؟

نیز استاد محترم نے چوہدری صاحب سے فرمایا کہ" آپ مفتی صاحب سے فرما دیجئے کہ شرائطِ مناظرہ کے سلسلہ میں اگر کوئی بات "رشیدیہ" میں درج ہے اور میرا مطالبۂ قسم اس کے خلاف ہے تو براہِ مہربانی "رشیدیہ" کی وہ عبارت نقل کرکے مجھے بھیج دیں اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر مفتی صاحب نے "رشیدیہ" سے یہ ثابت کر دیا کہ شرائطِ مناظرہ کے سلسلہ میں قبل از مناظرہ دیانتداری کے ساتھ بات کرنے کا یقین دلانے کے لیے فریقین کا میرے ذکر کردہ الفاظ میں قسم اٹھانا غلط ہے تو میں "رشیدیہ" میں ذکر کردہ ایسی کسی بات کے خلاف قطعاً اصرار نہیں کروں گا"۔

لیکن اس کا بھی کوئی جواب ان کی طرف سے موصول نہیں ہوا۔

تحریری وعدہ کے باوجود انحراف

استاد محترم سے جب مفتی صاحب کی تحریری گفتگو چل رہی تھی تو اس وقت مفتی صاحب نے ۲۹ رجون ۱۹۸۰ء کے مکتوب میں استاد محترم کے پیش کردہ الفاظ میں قسم اٹھانے کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"رہا قسم کا معاملہ تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہمیں اتفاق ہے۔ مگر طریق کار پر نظرثانی کی جاسکتی ہے۔ یعنی فریقین کے نمائندے اس بات پر غور کرلیں گے کہ آیا اسی طریقے سے حلف اٹھائی جائے یا اس سے مختلف کوئی دوسرا سنجیدہ طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اگر آپ اسی پر بضد ہوں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے"۔

یہ اس لیے کہ آپ اس کو آڑ بناکر مناظرے سے انحراف نہ کر جائیں۔"

لیکن اب افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مفتی صاحب جس بات کو تحریری طور پر تسلیم کر چکے تھے۔ اب بالمشافہ گفتگو میں اسی کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں اور جو طعنہ وہ استاد محترم کو دے رہے تھے کہ "آپ اس کو آڑ بناکر مناظرے سے انحراف نہ کر جائیں" آج ماشاءاللہ چشم بد دور اسی کو آڑ بناکر آنجناب خود مناظرے سے انحراف کر رہے ہیں۔

ع جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

ساری روداد کی اشاعت کا فیصلہ

جب مفتی غلام سرور صاحب قادری سے تحریری بات چیت چل رہی تھی ابھی دنوں راقم الحروف اور بعض دیگر مخلص دوستوں نے ان تحریرات کی فوٹو کاپی اپنے استفادے کی خاطر استاد محترم سے حاصل کرلی تھی۔ اب جب کہ یہ معلوم ہوا کہ استاد محترم نے بالمشافہ گفتگو کی روداد بھی ڈاکٹر اقبال صاحب کے فرمانے پر مرتب کر کے انہیں دی ہے تو اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور دیکھنے کے بعد اس ساری روئیداد کی اشاعت کا تقاضہ قلب میں پیدا ہوا۔ بعض دوستوں سے اس کا ذکر ہوا تو انہوں نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ اس کی اشاعت کو ضروری قرار دے کر احقر سے اس پروگرام کو جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا مطالبہ بھی شروع کردیا۔ چنانچہ احقر نے بھی اس کی اشاعت کا عزم مصمم کرلیا۔

اپنے اس عزم و ارادے کا اظہار کرتے ہوئے حضرۃ الاستاذ سے اس تحریر کی فوٹو کاپی حاصل کرنا چاہی جو موصوف نے ڈاکٹر اقبال صاحب کے لئے تحریر فرمائی تھی۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کردیا کہ

"شاید ڈاکٹر صاحب اس کی اشاعت کو پسند نہ فرمائیں اور اشاعت کے لیے مستقل طور پر دوبارہ مرتب کرنا میری مصروفیات کے باعث بہت مشکل ہے"

یہ جواب پاکر راقم الحروف عجیب مخمصے اور کشمکش و پیچ میں مبتلا ہوگیا اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد

کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنے اس عزم کا اظہار کر کے استادِ محترم کے مکتوب گرامی کی فوٹو کاپی مانگی اور ساتھ ہی اس کی اشاعت کی اجازت چاہی۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو بہت بہت جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے احقر کے پروگرام سے اتفاق کرتے ہوئے اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی اب یہ ساری روداد اس مختصر دیباچہ کے ساتھ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ احقر اور احقر کے معاونین کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

کس کس سے چھپاؤ گے تحریک ریاکاری
محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں
اک پردۂ وفاداری صد سازش غداری
تعمیر کی آوازیں تخریب کی تدبیریں

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

نوٹ: آئندہ تحریرات کی ترتیب اوران پر قائم کردہ سرخیاں، اور عنوانات تقریباً سب راقم الحروف ہی کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہیں۔

انور محمود
صدیقی نگر کوٹ لکھپت

پہلا حصہ ـــــــــــ تحریری گفتگو

بریلویوں کی طرف سے
مناظرے کا چیلنج

جناب عالی مولانا عبدالرشید صاحب خطیب جامع مسجد جانی شاہ بٹن روڈ ۱۲ مزنگ ۔ لاہور

السلام علیکم ۔ گذارش ہے کہ میں نے بارہ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۸۰ء کی شب کو پولیس چوک لٹن روڈ میں آپ کو چیلنج کیا تھا کہ دیوبندی، بریلوی اختلافی مسائل پر آپ حضرات ہم سے مناظرہ کریں اور اب تحریری طور پر آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ حضرات دیوبندی، بریلوی اختلافی مسائل پر ہم سے مناظرہ کریں۔ امید ہے کہ آپ کو ہمارا یہ چیلنج قبول ہوگا

چونکہ میں صاف اور خوش خط لکھنے سے قاصر ہوں ۔ اس لیے میں نے یہ تحریر نظام الدین سے لکھوائی ہے اور لکھوانے کے بعد اسے لفظ بلفظ پڑھ لیا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

قاری قطب الدین

خطیب جامع مسجد حاجی نور احمد ۔ ٹمپل روڈ، لاہور،

میں یعنی نظام الدین نے مندرجہ بالا تحریر علاوہ قاری صاحب کی تحریر کے ۔ قاری قطب الدین صاحب کے حکم سے ان کے سامنے بیٹھ کر لکھی ہے ۔ دستخط

مورخہ ۷-۵-۸۰ء

مکتوب مولانا عبدالرشید صاحب سُنّی دیوبندی

جناب قاری قطب الدین صاحب خطیب جامع مسجد حاجی نور احمد ٹمپل روڈ - لاہور

السلام علی من اتبع الھدیٰ - مزاج گرامی! گذارش ہے کہ گذشتہ کچھ عرصہ سے مختلف لوگوں کے ذریعہ معلوم ہوتا رہا کہ آپ اختلافی مسائل پر مناظرہ کا چیلنج احقر کو دے رہے ہیں اور اب چند روز پیشتر آپ کی طرف سے مناظرہ کا تحریری چیلنج بھی موصول ہوگیا - احقر اپنی مصروفیات کے باعث جواب جلد نہ دے سکا اس پر احقر معذرت خواہ ہے -

بہرحال آپ کے تحریری چیلنج مناظرہ کے جواب میں احقر کہتا ہے کہ مجھے درج ذیل شرائط کے ساتھ آپ کا چیلنج منظور ہے - اگر آپ کو یہ شرائط منظور ہوں تو احقر کو جلد مطلع فرماویں -

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ مناظرہ میں ہار جیت کا فیصلہ کرانے کے لیے حَکَمْ کا ہونا بہت ضروری ہے - اس لیے ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے کم از کم تین ریٹائرڈ جج جو مسلمہ فریقین ہوں بطور حَکَمْ ان کا تقرر کیا جائے جو مناظرہ میں فریقین کے بیانات سماعت فرما کر اپنا فیصلہ صادر فرمائیں -

۲- دوسری شرط یہ ہے کہ مناظرہ کسی ایسے بند مقام پر ہونا چاہیے جس میں فریقین کے مناظر اور مقرر کردہ حَکَمْ کے علاوہ ہر فریق کے دس بارہ افراد کو بیٹھنے کی اجازت ہو - ان کے علاوہ دیگر حضرات کو وہاں آنے کی اجازت نہ ہو -

نوٹ - دس بارہ افراد کا ذکر اندازاً کر دیا گیا ہے حتمی تعداد آپس میں بعد میں طے کریں گے -

۳- تیسری شرط یہ ہے کہ مناظرہ شروع کرنے سے پہلے دونوں فریق کے مقرر کردہ مناظر اور ان کے معاون علماء کرام (اگر ہوں تو) باوضو ہو کر مسجد میں جا کر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر

ان مخصوص افراد کی موجودگی میں جنہیں فریقین نے بطورِ حَکَم، یا صرف سماعتِ مناظرہ کے لیے منتخب کیا ہے، یہ اعلان کریں کہ،

"میں مسمّٰی فلاں بن فلاں ساکن . . . . قرآن پاک ہاتھ میں لے کر خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے مسجد میں یہ عہد کرتا ہوں کہ چونکہ میں سنی حنفی مسلمان ہونے کا مدعی ہوں اس لیے اس مناظرہ کے دوران کوئی ایسی بات قطعاً نہیں کروں گا جس کے بارے میں مَیں یہ سمجھتا ہوں گا کہ یہ بات قرآن و سنت اور فقہ حنفی کے اصول و ضوابط کے خلاف ہے اور حق بات کے اقرار کر لینے میں مسلکی تعصب کو حائل نہیں ہونے دوں گا اور اگر میرے مخالف فریق کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلی جس کو میرا قلب صحیح و درست سمجھتا ہوگا تو میں فوراً بلا حیل و حجت اس کو تسلیم کر لوں گا اور اپنی پوری گفتگو کے دوران قرآن پاک اور احادیث صحیحہ اور فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ اقوال سے باہر نہیں جاؤں گا اور اگر میں اپنے اس عہد و پیمان کی کسی بھی شق کی اس مناظرہ کے دوران مخالفت کروں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایک ماہ کے اندر اندر مجھے مع اپنے بیوی بچوں کے ہلاک کر دے اور اپنا عبرت ناک عذاب مجھ پر نازل فرمائے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو جائے۔"

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جتنے امور آپ مناظرہ میں زیر بحث لائیں گے اتنے ہی امور مناظرہ میں زیر بحث لانے کا حق مجھے بھی ہوگا اور سب سے پہلے آپ کا دعوائے اسلام زیر بحث لانے کا حق مجھے ملنا چاہیے۔ آپ کے اسلام پر بحث کے مکمل ہو جانے کے بعد آپ حضرات جو چاہیں زیر بحث لائیں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر علماء دیوبند کی عبارات زیر بحث لانے کا ارادہ ہو تو اس میں ترتیب وہی رکھی جائے گی جو آپ کے اعلیحضرت نے "حسام الحرمین" میں ترتیب رکھی ہے اسی طرح اخیر تک یہی ترتیب رہے گی کہ ایک مسئلہ میرا پیش کردہ زیر بحث آئے گا اور پھر ایک آپ کا پیش کردہ۔

نوٹ: اگر آپ کو یہ شرائط منظور ہوں تو جلد مطلع فرمادیں پھر جلد ہی انشاءاللہ تاریخ اور وقت اور جگہ کا تعین کرلیا جائے گا نیز دوسری متعلقہ باتیں آپس میں طے کرلی جائیں گی۔ آپ نے جن صاحب کو بطور مناظر مقرر کرنا ہے میری یہ تحریر ان کو دکھا دیں اور وہ بغور پڑھ کر نیز سوچ سمجھ کر آپ کو جو مشورہ دیں، اس کی روشنی میں آپ جواب تحریر فرمائیں۔

اگر آپ میری تحریر کا جواب اپنے مقرر کردہ مناظر ہی سے لکھوانا چاہیں تو بخوشی آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ کی تحریر اس بات کی میرے پاس آجانے کہ میں نے اپنی طرف سے فلاں صاحب کو مناظر مقرر کردیا ہے، للٰہذا اب میری طرف سے جواب وہی سمجھا جائے جو وہ تحریر فرمائیں۔

لیکن یہ یاد رہے کہ میں جو تحریر بھیجوں گا وہ آپ ہی کے پاس بھیجوں گا۔ پھر اپنے مناظر تک پہنچانے کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ اسی طرح ان کی طرف سے جو تحریر میرے نام آئے گی وہ بھی میں اسی وقت قبول کروں گا جب وہ آپ کے توسط سے پہنچے گی ورنہ میں رد کردوں گا۔ اس لیے اپنے مناظر سے تحریر لے کر مجھ تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہوگی۔ فقط

احقر عبدالرشید غفرلہٗ

۱۴ مئی ۱۹۸۰ء مطابق ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۰۰ھ

مکتوب قاری قطب الدین صاحب

جناب قاری عبدالرشید صاحب

سلام مسنون کے بعد معروض آنکہ آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ جواباً معروض ہے کہ آپ نے جو یکطرفہ شرائط لکھ کر یہ فرمایا ہے کہ اگر ہمیں یہ منظور ہوں تو آپ مناظرہ کرنے کو تیار ہیں ورنہ نہیں۔ بلا شبہ مناظرہ کے آداب کے قطعاً خلاف بلکہ مناظرہ سے فرار ہے۔ کیونکہ مناظرہ کے شرائط وہی مسلم ہوتے ہیں جو یکطرفہ ہونے کی بجائے باہمی طور پر مل جل کر طے پائیں۔ جہاں تک حکم کا سلسلہ ہے اس میں صرف ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے تین جج ہی نہیں اس میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ریٹائرڈ یا حاضر سروس پروفیسر حضرات بھی شامل ہوں گے۔

رہا مناظرہ کا بند نظام میں ہونا یہ ہمیشہ آپ کے اکابر کا مسلمہ وطیرہ ہے، جسے آپ نے بھی اختیار کیا ہوا ہے کہ عوام میں خجالت نہ ہو اور اپنی گستاخیوں سے عوام کو مطلع نہ ہونے دیں لیکن ایسا ممکن نہیں۔ مناظرہ کھلی جگہ پر ہوگا۔ اس میں ہر شخص کو آنے کی اجازت ہوگی لیکن اتنا ضرور ہوگا کہ اس طرح کا انتظام سوچ لیا اور عمل میں لایا جائے گا کہ نظم و نسق اور ضبط و تحمل کی فضا قائم رہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو حق کو عوام پر واضح کرنے سے کیوں کتراتے ہیں اور رہا قسم اٹھانا تو اس کے طریق کار میں ترمیم ہو سکتی ہے۔ نفس حلف میں حرج نہیں ہے اتفاق ہے۔ نیز علماء دیوبند کی عبارات کا زیر بحث لانا تو از حد ضروری ہے کیونکہ ان عبارات نے ملت کے شیرازہ کو پارہ پارہ کیا ہے۔ یہاں اگر کا کیا سوال ہے۔

باقی ہمارے ایمان پر بھی آپ کو بحث کرنے کی اجازت ہوگی۔ امید کہ آپ دل سے تیار ہو کر ان گذارشات پر غور کریں گے، ورنہ فرار متصور ہوگا۔ قاری قطب الدین

مکتوب دوم مولانا عبدالرشید صاحب

بخدمت جناب قاری قطب الدین صاحب امام و خطیب جامع مسجد حاجی نور محمد ٹمپل روڈ مزنگ لاہور

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ گذارش ہے کہ کل بروز جمعرات بتاریخ ۲۷ رجب ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۲ جون ۱۹۸۰ء احقر کو جناب کی طرف سے ایک لاوارث رقعہ موصول ہوا۔ احقر نے اسی وقت حامل رقعہ محمد عرفان صاحب پراچہ سے عرض کر دیا تھا کہ میرے لیے اس قسم کا لاوارث رقعہ قابل قبول نہیں ہے اس لیے تم قاری صاحب سے جا کر میری طرف سے یہ عرض کر دینا کہ اس نے آپ کا بھیجا ہوا جواب مسترد کر دیا ہے اور وہ اپنی پہلی فرصت میں آپ کو تحریری طور پر بھی اس سے آگاہ کر دے گا۔ اس لیے اب میں آپ کے بھیجے ہوئے جواب کو مسترد کر دینے کی وجوہات اور اسباب سے مطلع کر رہا ہوں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ جس پیڈ پر یہ جواب لکھا گیا ہے اس کا اوپر کا حصہ جہاں صاحب پیڈ کا نام پتہ وغیرہ درج ہوگا، پھاڑ دیا گیا۔ گو تاریخ اور حوالہ نمبر کی جگہ اور ایک بڑی عمارت کے نقشہ کا کچھ حصہ پھٹنے سے بچ گیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ نقشہ گلبرگ لاہور کی ایک بڑی مسجد کے نقشہ سے ملتا جلتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جواب لکھنے والے بزرگ نے اپنے تحریر کردہ جواب کے نیچے اپنے دستخط اور اپنا پتہ درج نہیں فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ مضمون نگار کے دستخط اور پتا کے بغیر مضمون ایک لاوارث اور گری پڑی چیز کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس پر تاریخ کا اندراج نہیں ہے۔ کسی تحریر پر تاریخ کا درج نہ ہونا اسکا ایک بڑا عیب سمجھا جاتا ہے خصوصاً اہم تحریرات کا تاریخ کے اندراج سے خالی ہونا ایک ناقابل تسامح عیب ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ آپ نے کسی دوسرے بزرگ کی تحریر کے نیچے کسی توضیحی نوٹ کے

بغیر اپنے دستخط فرمادیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی کارروائی ـــ کہ تحریر کسی شخص کی ہو اور اس پر دستخط کوئی دوسرا کردے ـــ دھوکہ دہی میں شمار ہوتی ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے مکمل پتہ کے بغیر دستخط فرمادیے ہیں۔ حالانکہ مکمل پتہ کے بغیر جو دستخط ہوتے ہیں ان میں یہ احتمال رہتا ہے کہ دستخط کرنے والا کسی وقت اپنے دستخط سے انکار کردے اور کہہ دے کہ ممکن ہے کسی ہم نام کے یہ دستخط ہوں۔ اس لیے اس قسم کے لاوارث دستخط کو قبول کرنے سے ہم معذور ہیں۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ گو آپ کو یہ حق تھا کہ آپ جواب خود نہ لکھیں بلکہ اپنے مناظر سے لکھوالیں لیکن آپ کی کوئی تحریر تو اس قسم کی آنی چاہیے تھی کہ چونکہ میں نے فلاں صاحب کو اپنا مناظر مقرر کرلیا ہے اس لیے انہی کا تحریر کردہ جواب بھیج رہا ہوں۔ لہٰذا ان کے جواب کو میرا ہی جواب سمجھا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ نے اس نمونہ کی کوئی عبارت لکھے بغیر اپنے نامکمل دستخط فرمادیے ہیں۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ ہم کسی ایسے مناظر سے بات کرنے کے لیے تیار نہیں جو اپنا نام پتہ لکھنے سے بھی ڈرتا ہے۔ بلکہ پردہ نشین رہنے میں اپنی عافیت سمجھتا ہے۔ جب میں نے اپنا نام، پتہ اپنی تحریر پر درج کردیا تھا تو آپ کے مناظر صاحب اپنا نام پتہ لکھنے سے ایسے خوفزدہ کیوں ہیں۔ اس لیے آپ یا تو انہی مناظر صاحب کو پردہ سے نکالیے اور اگر یہ بزرگ علماء دیوبند کا سامنا کرنے سے خوفزدہ ہوں تو کسی دوسرے بریلوی مناظر کو تلاش فرمائیے۔

بہرحال جواب سالم پیڈ پر آنا چاہیے۔ اگر جواب لکھنے والے بزرگ پیڈ رکھتے ہوں، ورنہ سادہ کاغذ پر ہی جواب تحریر فرمادیں، تاریخ کا اندراج ہونا ضروری ہے اور جواب لکھنے والے بزرگ کے دستخط مع مکمل پتہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد آپ کی تحریر اس قسم کی ہونی ضروری ہے کہ چونکہ فلاں صاحب کو میں نے اپنی طرف سے مناظر مقرر

کرلیا ہے اس لیے ان کا تحریر کردہ جواب میرا ہی جواب سمجھا جائے۔ اس قسم کی عبارت لکھ کر آپ کے دستخط مع مکمل پتا ہونا بھی ضروری ہے اور آپ بھی اپنی تحریر کے ساتھ تاریخ وغیرہ کا اندراج ضرور فرمائیں۔ پھر انشاءاللہ بندہ بھی جواب عطا کردے گا۔ احقر ہر طرح آپ کی خدمت حتی المقدور کرنے کو تیار ہے۔

امید ہے کہ آپ جلد جواب لکھوا لائیں گے۔ گواسی تحریر کو تاریخ، نام پتہ وغیرہ تمام اصولی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دوبارہ لکھ کر بھیج دیں۔ فقط

عبدالرشید غفرلہ

۲۹ رجب ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۸۰ء۔ جامع مسجد شاہ لٹن روڈ ۱۰۲۔ نزد چوک قرطبہ مزنگ چنگی۔ لاہور

مکتوب مفتی غلام سرور صاحب قادری

جناب قاری عبدالرشید صاحب

سلام مسنون کے بعد معروض ایں کہ جناب محترم قاری قطب الدین صاحب نے زبانی طور پر اس صورت حال کا مجھ سے تذکرہ فرمایا جو آپ کے اوران کے مابین ایک عرصہ سے پائی جاتی ہے اور آپ کے خطوط آمادگیٔ مناظرہ بھی دکھلائے اور ساتھ اس سلسلے میں آپ سے مناظرہ کرنے کا فرمایا اور اپنی طرف سے اس خدمت کے لیے مجھے مقرر کیا۔ لہٰذا ان کے توسط سے میں آپ سے اس خط کی روشنی میں عرض کرتا ہوں، جو آپ نے انہیں لکھا جس میں شرائط مناظرہ آپ کی طرف سے مذکور ہیں۔

قاری صاحب (۱) گذارش یہ ہے کہ آپ نے جو یکطرفہ شرائط لکھ کر یہ فرمایا ہے کہ اگر ہمیں آپ کی وہ شرائط منظور ہوں تو آپ مناظرہ کرنے کو تیار ہیں ورنہ نہیں۔ بلاشبہ آپ کی یہ بات آداب مناظرہ کے قطعاً خلاف ہے۔ بلکہ اسے اگر مناظرہ سے فرار قرار دیا جائے تو بجا ہوگا کیونکہ مناظرہ کے شرائط وہی مسلم ہوتے ہیں جو یک طرفہ ہونے کی بجائے باہمی طور پر مل جل کر طے کیے جاتے ہیں۔

۲- جہاں تک حَکم کا سلسلہ ہے اس میں صرف ہائی کورٹ کے یا سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج ہی نہیں، اس میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ریٹائرڈ یا حاضر سروس پروفیسر حضرات بھی شامل ہوں گے۔

۳- رہا مناظرہ کا بند مقام میں ہونا تو یہ بے سود بات ہے۔ ایسی بات وہی کہتا اور سوچتا ہے جسے مناظرہ کے دوران سامعین وحاضرین، عوام وخواص کے سامنے رسوا ہونے کا اندیشہ ہو۔ البتہ امن کو قائم رکھنے کے لیے فریقین ضروری اقدامات کرسکتے ہیں اور انشاءاللہ امن کو

کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔اس سلسلے میں فریقین اپنی اپنی ذمہ داری پیش کریں گے اور ضوابط طے کر لیے جائیں گے جن کی مدد سے امن شاندار طریقے سے قائم ہو سکتا ہے اور اس کا بحمدہٖ تعالےٰ ہمیں تجربہ بھی ہے۔ البتہ کسی فریق کو عوام کے سامنے اپنی رسوائی کا خطرہ ہو تو وہ بند کرے میں مناظرہ کی شرط عائد کرے گا اور اس کے بغیر اسے جرأت نہ ہوگی اور ہم تو چاہتے ہیں کہ ہم بحمدہٖ تعالیٰ جس طرح حق پر ہیں ہماری حقانیت وصداقت زیادہ سے زیادہ عوام دیکھیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو آپ میں بھی یہی جذبہ ہونا چاہیے ورنہ بصورتِ دیگر یہ آپ کے باطل پر ہونے کی دلیل ہوگی کہ آپ عوام کے سامنے رسوائی سے گھبرانے اور بچنے کی فکر میں ہیں۔

۴۔ رہا قسم کا معاملہ تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہمیں اتفاق ہے، مگر طریق کار پر نظرثانی کی جا سکتی ہے یعنی فریقین کے نمائندے اس بات پر غور کر لیں گے کہ آیا اسی طریقے سے حلف اٹھائی جائے یا اس سے مختلف کوئی دوسرا سنجیدہ طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اگر آپ اسی پر بضد ہوں تو ہمیں یہی بھی منظور ہے۔ یہ اس لیے کہ آپ اس کو آڑ بنا کر مناظرہ سے انحراف نہ کر جائیں۔

۵۔ مناظرہ میں اولین موضوع ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور اللہ تعالےٰ اسی طرح قرآن کی شان میں گستاخیاں کرنے والے علماء دیوبند ہیں اور ان کے بزرگان ہیں یا ہم اہل سنت ہیں۔ ہم یہ ثابت کریں گے کہ علمائے دیوبند اور ان کے بزرگوں نے خدا تعالےٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی شان میں کفریہ باتیں لکھیں اور امت میں انتشار پیدا کیا اور ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر خدا تعالےٰ کے عذاب کے مستحق ہوئے اور اگر آپ کو علماء اہلسنت کے بارے میں اس قسم کا کوئی اعتراض ہو تو اسے بیان کرنے اور اس کا جواب لینے کا آپ کو حق ہوگا۔ فقط

(نوٹ) اس کے بعد گذارش ہوگی کہ آپ کچھ حضرات کو نمائندہ بنائیں اور ہم بھی، پھر انہیں

ہم دونوں فریق مناظرہ کرانے کے سلسلے میں عملی اقدامات کا حق دے کر اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں محض ٹال مٹول اور چہ میگوئی میں وقت ضائع نہ کریں۔ فقط

محمد

عرف غلام سرور قادری۔ جامعہ غوثیہ
مین مارکیٹ۔ گلبرگ۔ لاہور

(مورخہ) ۲۹-۶-۸۰

(نوٹ)

بخدمت جناب مولانا عبدالرشید صاحب

سلام مسنون۔ بعد عرض ہے کہ میں نے اپنی طرف سے مولانا غلام سرور صاحب قادری جامعہ غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کو مناظر مقرر کر دیا ہے۔ اوپر ان کا مضمون اور ان کا پتہ آپ کی، عین منشا کے مطابق موجود ہے۔ امید ہے کہ اب بلا تاخیر آپ اس مناظرے کے لیے جلد ہی جگہ کا تعین فرمائیں گے۔ بشکریہ

(مولانا آپ کی ہمیں ہر شرط منظور ہے اور آپ سے درخواست ہے کہ ہمیں اس سے جلد از جلد مطلع فرمائیں اور وقت کا تعین کریں)

جامع مسجد حاجی نور احمد ۲۸۔ ٹمپل روڈ۔ لاہور
خطیب قاری قطب الدین (دستخط)

(مورخہ) ۵-۰-۰-۸۰

مکتوب سوم مولانا عبدالرشید صاحب

بخدمت جناب مفتی غلام سرور صاحب قادری

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ - امید ہے کہ مزاج سامی بخیر ہوں گے - گذارش ہے کہ کل جناب کا تحریر کردہ جواب احقر کو موصول ہوا جو جناب کی سابقہ تحریرات کے برعکس جناب کے دستخط سے مزین تھا - مجھے خوشی ہے کہ اس بار آپ نے اپنی تحریر پر اپنے دستخط ثبت فرما کر حوصلہ و ہمت کا ثبوت دیا ہے - اگر آپ اپنی سابقہ تحریرات پر بھی اپنے دستخط فرما دیتے تو یہ تاخیر و تعویق جو قریباً ڈیڑھ ماہ کو محیط ہے، پیش نہ آتی - خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ - جو کچھ ہوا بہتر ہوا -

جناب مفتی صاحب!

۱: معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے ہمارے اور قاری قطب الدین صاحب کے درمیان پائی جانے والی صورت حال کا صحیح طور پر جائزہ نہیں لیا - ورنہ آپ جیسے مفتی سے بہت بعید تھا کہ احقر کی پیش کردہ شرائط پر اعتراض کرے - جناب اس بات پر غور فرمائیں کہ آپ کے حلقہ — بالخصوص قاری قطب الدین صاحب — کی طرف سے ہمیں بارہا مناظرہ کرنے کی دعوت دی گئی - یہاں تک کہ اسی سال بارہ ربیع الاول کی شب کو پولیس چوکی لٹن روڈ میں بھی مناظرہ کرنے کی دعوت دینے سے گریز نہیں کیا گیا - بعدازاں ۱۰ مئی ۱۹۸۰ء کو تحریری طور پر قاری قطب الدین صاحب کی طرف سے ہمیں مناظرہ کرنے کی دعوت دی گئی - آپ ماشاءاللہ مفتی ہیں - آپ سے یہ مسئلہ تو مخفی نہیں ہو سکتا کہ "مدعو" کو قبولیت دعوت کے لیے اپنی طرف سے شرط لگانے کا اختیار ہے - چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ ایک "فارسی" نے جب حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا میں اس شرط پر تمہاری دعوت قبول کرتا ہوں کہ میرے ساتھ دعوت پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف لے جائیں گی - "فارسی" کے انکار پر آپ نے قبولیت

دعوت سے انکار فرمادیا۔ اس "فارسیؓ نے جب دوبارہ دعوت دی تو آپؐ نے پھر وہی شرط پیش فرمائی۔" فارسیؓ کے مکرر انکار پر آپؐ نے دوبارہ قبولیتِ دعوت سے انکار فرمادیا۔ اس کے بعد فارسی نے تیسری بار آپؐ کو دعوت دی۔ آپؐ نے پھر سابقہ شرط کا اعادہ فرمایا۔ "فارسیؓ نے اس بار آپؐ کی پیش کردہ شرط قبول کر لی تو پھر آپؐ نے بھی اس "فارسیؓ کی دعوت منظور فرمالی۔

مسلم شریف ج ۲ ص۱۷۹ (ملخصاً)

بہرحال اس حدیث کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی آپ کی اس دعوتِ مناظرہ کو قبول کرنے کے خواہ مخواہ پابند نہیں ہیں چاہیں تو قبول کریں اور چاہیں تو رد کردیں اور بصورتِ قبولیت مشروط طور پر قبول کریں یا غیر مشروط پر۔ یہ سب کچھ ہماری اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔ چنانچہ ہم نے حدیث پاک سے ملنے والے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے آپ حضرات کی دعوتِ مناظرہ کو قبول کرنے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق چند شرائط پیش کردی ہیں۔ اگر آپ کو یہ شرائط منظور ہیں تو مطلع فرمائیں۔ بلا منظوریٔ شرائط ہم آپ کی دعوتِ مناظرہ منظور نہیں کرسکتے۔

باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ "یہ بات آدابِ مناظرہ کے قطعاً خلاف ہے۔" تو آپ فنِ مناظرہ کی کسی مستند کتاب سے براہِ مہربانی یہ دکھادیں کہ "جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو مناظرہ کرنے کا چیلنج دے تو دوسرے شخص کو اس پہلے شخص کی دعوت برائے مناظرہ بلا کسی شرط کے قبول کرنی چاہیے۔" دادِ مسئلہ، اگر آپ نے یہ مسئلہ فنِ مناظرہ کی کتابوں سے باحوالہ دکھادیا تو انشاء اللہ آپ قواعدِ مناظرہ کی پابندی میں ہم کو اپنے سے پیچھے نہیں پائیں گے۔

۲۔ فریقین میں ہار جیت کا فیصلہ کرنے کے لیے "حَکَم" کا تقرر کیا جاتا ہے۔ چونکہ جج صاحبان اسی فیلڈ کے آدمی ہیں ان کی طرف رجوع کرنا بالکل اصول اور قاعدہ کے مطابق ہے لہٰذا جو لوگ عدالتی میدان کے علاوہ کسی دوسرے میدان کے شاہسوار ہوں ان کی طرف اس کام کے لیے رجوع کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ علاج معالجہ کے لیے کوئی شخص کسی ماہر

انجینیر کے پاس جا پہنچے اور وکلائے متعلق کسی کام کے لیے کسی حاذق طبیب اور ماہر ڈاکٹر کے مطب اور کلینک میں پہنچ جائے اور انجینیروں سے متعلق کسی کام کے لیے کسی درزی یا نانبائی کی دکان کا رخ کرے۔

جناب مفتی صاحب! ہر کام اس کے اہل اور متعلقہ لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ غیر متعلقہ اور غیر اہل لوگوں سے کوئی کام لینا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے چنانچہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے اذا وسد الأمر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔

اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یعنی جب کام اس کے غیر اہل کو سونپا جانے لگے تو پھر تو قیامت کا انتظار کر۔

اس لیے فریقین کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے جج صاحبان کے علاوہ کسی دوسرے میدان کے آدمی کو بطور حکم قبول نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر آپ کو ان پر بھی جانبداری کا خطرہ ہو تو انھیں بھی پابند کیا جا سکتا ہے کہ وہ فیصلہ لکھنے سے پہلے انہی الفاظ میں قسم اٹھائیں، جن الفاظ میں مناظرین اور ان کے معاون علماء کرام قسم اٹھانے کے پابند ہوں گے۔ جزوی مناسب ضروری تبدیلی قسم کے الفاظ میں باہم مل کر طے کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ مناظرہ کے بند کمرے میں ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ آپ کے اکابرین ہمیشہ سے یہ الزام لگاتے آئے ہیں کہ دیوبندیوں نے پولیس سے مل کر یا دنگا فساد کرا کے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے مناظرہ اختتام پذیر نہ ہونے دیا اور ہمارے اکابر نے بھی بریلویوں پر بعینہٖ یہی الزامات لگائے ہیں۔ اس لیے ہم نے مناظرہ کے بند کمرے میں ہونے کی شرط لگائی ہے تاکہ اس قسم کی کوئی بات پیدا نہ ہونے پائے۔ رہی یہ بات کہ مناظرہ منظر عام پر ہو اور فریقین امن وامان کی ذمہ داری لے لیں، تو یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ ہر شخص اپنی ذات کی ذمہ داری تو لے سکتا ہے۔ دوسروں کی ذمہ داری کیسے لے سکتا ہے؟ بڑے مجمع میں ہر قسم کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ ایسے

ایسے لوگ بھی جنہیں فریقین کے ذمہ دار حضرات جانتے تک نہیں، ان کی ذمہ داری کیسے لی جا سکتی ہے؟ اور جب گڑبڑ ہو جائے گی تب ہر فریق یہ کہہ کر جان چھڑا لے گا کہ فریق مخالف کے لوگوں نے یہ دنگا فساد کیا ہے کیونکہ ہمارے فرقہ کے لوگ تو سارے ہی آسمان سے اترے ہوئے فرشتے تھے، جن سے غلطی، شرارت اور دنگا فساد ہو ہی نہیں سکتا، پھر ہم اور آپ کیا کریں گے؟ ساری کوششوں پر پانی پھر جائے گا اور نتیجہ کچھ برآمد نہ ہوگا۔

رہا اس مناظرہ سے عوام کے مستفید ہونے کا مسئلہ تو اس کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔
ما: ہر فریق کے ۱۰۰، ۱۰۰ سنجیدہ پڑھے لکھے اور کم از کم ادھیڑ عمر کے آدمیوں کو مناظرہ والے بند کمرے میں شرکت کی اجازت دے دی جائے۔ یہ حضرات اپنے اپنے فرقہ کے عوام کو کیفیت مناظرہ سے آگاہ کر دیں گے۔ ما: فریقین ٹیپ ریکارڈر کا انتظام کریں اور ہر فریق اپنے ٹیپ ریکارڈر پر فریقین کی مکمل تقریر بلکہ مناظرہ کی مکمل کارروائی محفوظ کر لے۔ بعد میں ٹیپ ریکارڈ شدہ چلا کر ہر فریق اپنے عوام کو بھی مناظرہ کی کارروائی سے پوری طرح روشناس کرا سکتا ہے۔ مت: ہر فریق ایک دو آدمیوں کو تقریریں قلمبند کرنے کے لیے مقرر کر دے پھر ان تقریروں کو مع فیصلہ کے شائع کر دیں۔
ان تینوں صورتوں میں سے آپ جو صورت چاہیں منتخب کر سکتے ہیں، بلکہ اگر تینوں صورتیں آپ اپنانا چاہیں تو اپنا سکتے ہیں۔

۴۔ قسم کے معاملہ میں اگر آپ الفاظ مزید سخت کرنا چاہیں تو ہم اس کے لیے بالکل تیار ہیں۔ رہا الفاظ کو نرم کرنے یا طریقہ قسم میں تبدیلی تو یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ یہ طریقہ غیر سنجیدہ ہے، تو یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ یہ مباہلہ ہی کی ایک صورت ہے اور ایک مخصوص موقعہ پر خود اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے تو کیا آپ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک پر غیر سنجیدگی کا حکم لگا کر، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی شان میں گستاخی کے مرتکب نہیں ہوئے؟ سچ ہے

ے میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

۵ ۔ موضوع مناظرہ سے متعلق احقر کی شرط کا خلاصہ یہ ہے کہ فریقین کو بلحاظ تعداد مساوی امور زیر بحث لانے کا اختیار ہوگا اور ان میں ترتیب یہ ہوگی کہ سب سے پہلے ہماری پیش کردہ بات پر بحث ہوگی، پھر آپ کی پیش کردہ بات زیر بحث لائی جائے گی بعد ازاں ہماری پیش کردہ دوسری بات پر بحث ہوگی ۔ اس کے بعد پھر آپ کی پیش کردہ دوسری بات پر بحث ہوگی .... اسی طرح تا آخر ۔

رہی یہ بات کہ موضوع مناظرہ کیا کیا امور ہوں گے، تو اس میں فریقین مکمل طور پر خود مختار ہیں، جس امر کو چاہیں زیر بحث لائیں البتہ اگر آپ اکابر علمائے دیوبند کی عبارات زیر بحث لائیں گے تو اس میں سب سے پہلے ان عبارات پر بحث ہوگی جو آپ کے حلقہ کے بڑے حضرت نے "حسام الحرمین" میں ذکر کی ہیں اور ان پر بحث بھی اسی ترتیب سے ہوگی، جس ترتیب سے وہ "حسام الحرمین" میں مذکور ہیں ۔

نوٹ ۱: اگر آپ کو مندرجہ بالا شرائط من وعن مکمل طور پر منظور ہیں تو ان کی منظوری کی اطلاع جلد دے دیں اور ساتھ ہی جن مسائل اور جتنی عبارات پر آپ بحث کرنا چاہتے ہیں ان کی ایک فہرست بنا کر بھیج دیں تاکہ ہم بھی اتنی ہی تعداد میں وہ امور آپ کے سامنے رکھ دیں جن کو ہم مناظرہ میں زیر بحث لائیں گے تاکہ فریقین مناظرہ میں زیر بحث آنے والے امور پر اپنی تیاری اچھی طرح مکمل کرلیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی فریق عین موقعہ پر یہ کہہ دے کہ ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ اس موضوع پر بھی بات چیت ہوگی ورنہ ہم اس کے لیے تیاری کرلیتے اور متعلقہ کتابیں وغیرہ اپنے ساتھ لے کر آتے لہذا اب بلا تیاری ہم بحث کی پوزیشن میں نہیں ہیں اس لیے ہم اس بہانہ کا پہلے ہی سے سدباب کرنا چاہتے ہیں ۔

نوٹ ۲: اگر آپ کو کسی وجہ سے مندرجہ بالا تمام شرائط یا ان میں سے بعض شرائط منظور

نہ ہوں تو ہم پھر آپ کو یہ رعایت دے سکتے ہیں کہ آپ تحریری مناظرہ فرمالیں۔ اس کے لیے ہم اپنی خدمات غیر مشروط طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپ دیوبندی بریلوی کسی بھی اختلافی مسئلہ پر یا "حسام الحرمین" میں علماء دیوبند قدست اسرارہم کی جو عبارات منقول ہیں ان میں سے کسی بھی عبارت پر آپ تحریری مناظرہ کر سکتے ہیں "حسام الحرمین" والی عبارت سے فراغت کے بعد دوسری عبارات بھی زیر بحث آجائیں گی ہر مسئلہ یا عبارت پر مناظرہ مکمل ہوجانے کے بعد فریقین کی تحریرات کو شائع کرنے کا حق ہر فریق کو حاصل ہوگا۔

عبدالرشید غفرلہ

جامع مسجد جانی شاہ۔ لٹن روڈ
نزد چوک قرطبہ۔ مزنگ چنگی۔ لاہور

۲۴ر شعبان ۱۴۰۰ھ / ۷ر جولائی ۱۹۸۰ء

اور مناظرہ کو ایک چیز سمجھ لیا ہے۔ ہاں اگر کبھی ہم نے آپ کو کھانے کی دعوت پیش کی تو آپ کو اختیار ہوگا کہ آپ اپنی مرضی کے شرائط عائد فرمائیں۔ لہٰذا آپ کو وہ حدیث اس بات کا اختیار قطعاً نہیں دیتی کہ آپ مناظرہ میں بھی جو چاہیں ہم سے شرائط منوائیں۔ مناظرہ میں کسی فریق کو شرائط یکطرفہ تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ رہا یہ کہنا کہ جج صاحبان اسی فیلڈ کے آدمی ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ جج صاحبان انگریزی قانون کو تو جانتے ہیں علم دین نہیں جانتے۔ علم کلام و عقائد سے واقف نہیں قرآن و سنت کے ماہر نہیں ہیں فقہی مہارت نہیں رکھتے حتیٰ کہ عربی گرائمر تک سے واقف نہیں ہوتے میں کئی بار ہائی کورٹ کی عدالتوں میں بحث کر چکا ہوں بحمدہ تعالیٰ مجھے موجودہ ججوں کے مبلغ علم کا پتہ ہے اس لیے محض جج صاحبان کا بطور حَکَم ہونا کافی نہیں ہے اس کے باوجود ہم آپ کی بات کو کلیۃً رد نہیں کرتے۔ جج حضرات کے ساتھ کچھ پروفیسر حضرات بھی حَکَم ہوں جنہیں کم از کم عربی گرائمر کا کچھ نہ کچھ علم ہوتا ہے۔ کچھ نہ کچھ عربی زبان پر عبور بھی رکھتے ہیں۔ یہ تھوڑی سی ترمیم آپ بھی قبول کریں۔ ضد پر نہ رہیں۔ اگر خلوص سے میدان میں آنا چاہتے ہیں تو یہ تھوڑی سی بات مان لیجئے۔ اس سے فائدہ ہی ہوگا۔ نقصان نہیں۔ ججوں کی نسبت عربی زبان کو سمجھنے کی صلاحیت پروفیسروں میں زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان کا ہونا مفید ہوگا۔ ہاں اگر انگریزی قانون کی بات ہوتی تو پھر ہم آپ سے یہ ترمیم نہ کراتے۔ اگر یہ ترمیم آپ کو قبول نہیں ہے تو اس کا مقصد مناظرہ سے راہ فرار کے سوا کچھ نہ ہوگا جس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی اور اہل علم اس کا فیصلہ کریں گے کہ اس صورت میں راہ فرار کون اختیار کر رہا ہے۔

۳۔ رہا بندکمرے میں مناظرہ ہونا تو یہ بھی درست نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں منظور ہے لیکن وہ بند کمرہ ایک کھلا ہال ہونا چاہیئے اور اس میں دو طرفہ کرسیاں وغیرہ بچھائی جائیں کی اور بجائے دس دس کے پچاس پچاس آدمی فریقین کے ضرور ہونے چاہییں مثلاً برکت علی ہال کی

عمارت ایسے مقصد کے لیے بہترین اور نہایت ہی محفوظ جگہ ہے۔ وہاں ہو جائے یا اسی قسم کی اور کوئی محفوظ جگہ ہو جہاں آپ کی مرضی کے مطابق اندر سے دروازے بند کئے جا سکتے ہیں۔ لیجئے ہم نے یہ بھی بات مان لی ہے لیکن اس میں تھوڑی سی ترمیم آپ بھی مانئے کہ دس دس کی بجائے پچاس پچاس آدمی ہوں اور وہ بھی سنجیدہ اور علم دوست۔ اس سلسلے میں آپ کو ضد نہیں کرنا چاہیئے ورنہ اسے مناظرہ سے فرار قرار دیا جا سکتا ہے جس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی اور بلاشبہ فریقین کو مناظرہ ٹیپ کرنے اور قلم بند کرنے کی اجازت ہوگی۔

۴۔ اور اگر حلف اٹھانے کو آپ کا مباہلہ قرار دینا تو پھر مناظرہ کی کیا حاجت ہے پھر سیدھا مباہلہ ہی ہوتا۔ مباہلہ میں فریقین دلائل نہیں دیا کرتے۔ آپ نے مباہلہ اور مناظرہ کو خلط ملط کر کے علمی خطا کھائی ہے۔ آپ کو مناظرہ کی دعوت تھی نہ کہ مباہلہ کی۔ مگر آپ نے مناظرہ سے ہٹ کر مباہلہ کی طرف قدم اٹھانا شروع کر دیا جو اگرچہ ہمیں منظور ہے تاہم دعوت مناظرہ سے اس کا کیا تعلق۔ پھر سیدھا کہئے کہ میں مناظرہ نہیں کر سکتا مباہلہ کرتا ہوں۔ اس صورت میں ہمیں بھی انکار نہ ہوگا تاہم یہ ایک نئی بات ہوگی جس کا دعوت مناظرہ سے علاقہ نہیں ہوگا۔

۵۔ اگر ہماری جزوی طور پر پیش کردہ ترمیمات کو آپ قبول کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں تو یہ بلاشبہ آپ کی طرف سے بالمشافہ مناظرہ سے فرار سمجھا جائے گا اس لیے ہمیں اس کے بعد غور کرنا ہوگا کہ اس کے باوجود آپ کو فرار کرنے دیا جائے یا نہ یا اس کے باوجود آپ سے مناظرہ مفید ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ ہی بتایئے کہ فرار کرنا ہے یا میدان میں آنا اور احقاق حق میں تعاون کرنا ہے۔ اگر آپ کی ان نا روا شرائط کے باوجود بھی ہمیں مناظرہ میں افادیت معلوم ہوئی تو ہم بات کو آگے بڑھائیں گے ورنہ بصورت مجبوری تحریری سلسلہ عمل میں لائیں گے لیکن یہ نہایت ہی طویل ہو سکتا ہے اور اس کے نامکمل رہ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ آخر میں عرض ہے کہ راقم کی سات ستمبر کو زیادۃ حرمین شریفین کے لیے روانگی ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ حج سے واپسی پر ہی سلسلہ شروع ہوگا کیونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور تیاری بھی مکمل کرنی باقی ہے۔ فقط

مورخہ ۲۱-۳-۸۰

دعا گو
(حرف) غلام سرور قادری گلبرگ

مکتوب چہارم مولانا عبدالرشید صاحب

بخدمت جناب قاری قطب الدین صاحب خطیب جامع مسجد حاجی نور الحمد حمید نظامی روڈ مزنگ لاہور

السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ گذارش ہے کہ دیوبندی بریلوی اختلافی امور پر مناظرہ کا جو تحریری چیلنج جناب نے راقم الحروف کو دیا تھا اس کے شرائط کے سلسلہ میں میرے اور آپ کے درمیان تحریری گفتگو چل رہی تھی، جو آپ کے مقرر کردہ مناظر یعنی مفتی غلام سرور قادری کے حج پر چلے جانے کے باعث موصوف کی واپسی تک کے لیے ملتوی ہو گئی تھی چنانچہ آپ نے مفتی صاحب کی جو آخری تحریر (تحریر کردہ ۱۰۔۱۰۔۸۰) راقم الحروف کو بھیجی تھی۔ اس میں مفتی صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ

"راقم کی سات ستمبر کو زیارت حرمین شریفین کے لیے روانگی ہے۔ پھر انشاء اللہ حج سے واپسی پر ہی سلسلہ شروع ہوگا۔"

چونکہ اس تحریر میں موصوف نے تحریری گفتگو کو حج سے واپسی تک کے لیے ملتوی کر دیا تھا، اس لیے راقم الحروف نے مفتی صاحب کی تحریر کا جواب اس وقت ارسال نہیں کیا تھا۔ اگرچہ اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ مفتی صاحب کی حج سے واپسی سے میں آپ کو مطلع کر دوں گا لیکن پھر بھی بطور یاد دہانی کی خاطر جناب کو یہ خط ارسال کر رہا ہوں کہ مفتی صاحب کی آمد کے فوراً بعد آپ راقم الحروف کو ان کی آمد سے مطلع فرما دیں تاکہ سلسلہ گفتگو دوبارہ جلد شروع ہو سکے اور راقم الحروف آپ کی ارسال کردہ تحریر کا جواب جلد آپ کو پہنچا سکے۔ امید ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مفتی صاحب کی آمد کی اطلاع دینے میں تاخیر قطعاً نہیں فرمائیں گے۔ فقط۔ آپ کے جواب کا منتظر

۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ/یکم دسمبر ۱۹۸۰ء عبدالرشید غفرلہ

جامع مسجد جانی شاہ نشن روڈ ۂ ۔ نزد چوک قرطبہ۔ مزنگ چونگی لاہور

مکتوب پنجم مولانا عبدالرشید صاحب

بخدمت جناب مفتی صاحب

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ گذارش ہے کہ آپ کے حلقہ کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج موصول ہونے کے بعد راقم الحروف نے مشروط طور پر چیلنج قبول کر لیا تھا اور ساتھ ہی اپنی شرائط کی تفصیل عرض کر دی تھی لیکن آپ نے اس طرح مشروط طور پر چیلنج قبول کرنے کو آداب مناظرہ کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"بلاشبہ آپ کی یہ بات آداب مناظرہ کے قطعاً خلاف ہے۔"

اس پر راقم الحروف نے آپ سے یہ گذارش کی تھی کہ:

"آپ فن مناظرہ کی کسی مستند کتاب سے براہ مہربانی دکھا دیں کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو مناظرہ کرنے کا چیلنج دے تو دوسرے شخص کو اس پہلے شخص کی دعوت برائے مناظرہ بلا کسی شرط کے قبول کرنی چاہیے (او معناہ)، اگر آپ نے یہ مسئلہ فن مناظرہ کی کتابوں سے دکھا دیا تو ان شاء اللہ آپ قواعد مناظرہ کی پابندی میں ہم کو اپنے سے پیچھے نہیں پائیں گے۔"

لیکن آپ اپنی اس تحریر میں اس سلسلہ کا کوئی حوالہ پیش نہ فرما سکے جس سے یہ بات خود بخود ثابت ہو گئی کہ مناظرہ کا چیلنج قبول کرنے کے لیے راقم الحروف کا شرائط عائد کرنا "آداب مناظرہ" کے قطعاً خلاف نہیں ہے۔

آپ نے اس تحریر میں راقم کی پیش کردہ شرائط کو نامناسب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"فریق ثانی اگر ایسی نامناسب شرطیں عائد کرنے لگے جس سے احقاق حق و ابطال باطل میں رکاوٹ پیدا ہونے کا قوی امکان ہو تو پھر اس مناظرہ کو کیا کہئے گا؟ اور اس

کافائدہ کیا؟

کاش آپ راقم کی پیش کردہ شرائط میں سے کسی ایک شرط ہی کے بارے میں ثابت فرما دیتے کہ اس سے احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں رکاوٹ پیدا ہونے کا قوی ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں نہیں بلکہ ضعیف سا امکان ہے تو راقم اپنی پیش کردہ ایسی شرط سے فوراً دستبردار ہو جاتا کیونکہ راقم کا مقصد ہی ان شرائط کے پیش کرنے سے صرف ان رکاوٹوں کو دور کرنا ہے جو مناظرہ کے نتیجہ خیز ہونے میں پیش آسکتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ آپ دعویٰ تو کر دیتے ہیں مگر ثبوت پیش کرتے وقت نظریں بچا کر نکل جانا چاہتے ہیں۔

چونکہ آپ راقم کی پیش کردہ کسی شرط کا نامناسب اور غیر معقول ہونا ثابت نہیں فرما سکے اس لیے راقم اپنی پیش کردہ کسی شرط میں بلا کسی معقول وجہ کے ادنیٰ سی ترمیم بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ شرائط میں ترمیم کے سلسلہ میں جو کچھ آنجناب نے خامہ فرسائی فرمائی ہے، اس کے بارے میں راقم کی چند معروضات بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۱۔ ۔ ۔ جج صاحبان کو اس لیے مقرر نہیں کیا گیا ہے کہ فریقین حدیث و تفسیر، فقہ، اصول یا کلام و عقائد کے پیچیدہ مسائل ان سے دریافت کریں۔ اگر اس مقصد کے لیے ان کا تقرر کیا گیا ہوتا تو جس طرح یہ غلط اور نادرست ہوتا ایسے ہی ان پروفیسروں کا تقرر بھی اس مقصد کے لیے ناموزوں ہے جو بقول آپ کے بھی "کم از کم عربی گرائمر کا کچھ نہ کچھ علم" رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس مقصد کے لیے محض عربی گرائمر جاننا کافی نہیں بلکہ تمام علوم دینیہ اور ان کے متعلقہ فنون میں خاصی دسترس اور مہارت درکار ہے۔ جج صاحبان کا تقرر محض اس لیے کیا گیا ہے کہ ہر فریق کا موقف اور اس پر پیش کردہ دلائل اور فریق مخالف کی طرف سے ان پر کی جانی والی تنقید کو سماعت فرما کر اپنا فیصلہ دیں کہ کون اپنا موقف ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہے اور کون ناکام۔ اہل سنت وجماعت کے اساطین علم و فضل کی جن عبارات کی اساس پر آپ کے اکابرین نے ان کی تکفیر کی ہے وہ تمام

عبارات اردو زبان میں ہیں۔ اسی طرح آپ حضرات کی جن عبارات پر علماء دیوبند کو اعتراض ہے وہ بھی تقریباً سب ہی اردو میں ہیں۔ نیز فریقین کی گفتگو عربی میں نہیں بلکہ اردو میں ہوگی اور جس عربی یا فارسی عبارت کو بطور حوالہ پیش کیا جائے گا ان کا اردو ترجمہ تو بہر حال ان عوام الناس کی خاطر سنانا ہی پڑے گا جو فریقین کی طرف سے دس دس کی تعداد میں شریک مجلس مناظرہ ہوں گے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حَکَم صاحبان سے چونکہ کام صرف فیصلہ کا لینا ہے اس لیے اس کام کے لیے جج صاحبان سے زیادہ موزوں اور کوئی اصحاب نہیں ہو سکتے۔

ثانیاً:۔ راقم کو حیرت ہے کہ جو بات آپ پچاس پچاس آدمیوں کے سامنے کرنے کو تیار ہیں وہ دس دس آدمیوں کے سامنے کرنے سے کیوں کترا رہے ہیں۔

ثالثاً:۔ راقم نے کب اور کہاں یہ کہا ہے کہ ان اختلافی امور پر مناظرہ کی جگہ مباہلہ کریں اور دلائل پیش کرنے کی بجائے محض فریقین کی قسموں کی بنیاد پر ان اختلافی امور کا فیصلہ کریں۔ جب راقم نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے تو پھر جناب ہی ارشاد فرمائیں کہ آپ کا یہ فرمانا کہاں تک درست ہے کہ:

"آپ نے مناظرہ سے ہٹ کر مباہلہ کی طرف قدم اٹھانا شروع کر دیا" ؎

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں
وہ بات انہیں بہت ناگوار گذری ہے

نیز راقم نے یہ بھی کب اور کہاں کہا ہے کہ فریقین اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لیے اختلافی امور پر مناظرہ کرنے اور دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مباہلہ بھی کریں۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ آپ کے اس ارشاد کے بارے میں کیا نظریہ قائم کیا جائے کہ:

"آپ نے مباہلہ اور مناظرہ کو خلط ملط کر کے علمی خطا کھائی ہے" ؎

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب مفتی صاحب! اختلافی امور کے تصفیہ کے لیے صرف اور صرف مناظرہ ہی ہوہ اور دلائل ہی کی بنیاد پر حق و باطل کا فیصلہ ہوگا۔ البتہ مناظرہ کے سامعین کو یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ فریقین کے مناظر پوری دیانت داری کے ساتھ حق کا اظہار کر رہے ہیں اور کسی بھی درجہ میں اپنے موقف کی بے جا حمایت ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہے۔ صرف یہی اطمینان دلانے کے لیے فریقین کے مناظر اور ان کے معاون علمائے کرام کے لیے قسم کا وہ طریقہ تجویز کیا گیا ہے جو بطور شرط راقم پہلے عرض کر چکا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بلا کسی معقول وجہ کے راقم اپنی کسی شرط میں کوئی ترمیم قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ راقم کی شرائط کے ماتحت آپ تقریری مناظرہ کو پسند کرتے ہیں یا پھر بلا شرط تحریری مناظرہ کو؟ باقی رہا آپ کا یہ خدشہ کہ تحریری مناظرہ بہت طویل ہو سکتا ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر فریقین اس بات کا اہتمام کرلیں کہ وہ اپنی تحریر زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں تیار کر کے بھیج دیں گے تو پھر راقم کے خیال کے مطابق کسی موضوع کو فیصلہ کن مرحلہ میں پہنچانے کے لیے اندازاً دو ڈھائی ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں لگے گا اور یہ کوئی زیادہ طویل مدت نہیں ہے۔ باقی جو رائے گرامی ہو اس سے مطلع فرمائیں۔

راقم نے جو حدیث شریف پیش کی تھی وہ مسلم شریف جلد دوم ص۲۰۱ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ البتہ آپ کا یہ فرمانا درست ہے کہ اس میں دعوتِ طعام کا ذکر ہے، دعوت مناظرہ کا نہیں لیکن راقم نے اس کو مثال نہیں بلکہ نظیر کے طور پر پیش کیا تھا۔ مثال اور نظیر کا فرق آپ جیسے اہل علم سے مخفی نہیں ہو سکتا۔ امید ہے کہ جواب سے جلد سرفراز فرمائیں گے۔ فقط

عبدالرشید غفرلہٗ

جامع مسجد جانی شاہ لٹن روڈ ۱۰۱ نزد چوک قرطبہ مزنگ۔ لاہور

۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ/ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء

مکتوب سوم مفتی غلام سرور صاحب قادری

جناب قاری عبدالرشید صاحب

سلام مسنون! معروض اینکہ آپ کا مکتوب ملا۔ افسوس کہ آپ نے اپنے رویے میں کوئی اعتدال پیدا نہیں کیا اور مناظرہ سے جان چھڑانے کے لیے ناروا اور ناقابل قبول یکطرفہ شرائط عائد کر دیے اور ہماری طرف سے پیش کردہ ہر منصفانہ تجویز کو ٹھکرا دیا۔ اب اس کا نتیجہ آسانی نکل آتا ہے کہ آپ نے مناظرہ سے بھاگنے میں عافیت سمجھی ہے۔ اس کے باوجود کہ آپ بھاگ جاتے ہیں اور مناظرہ سے کھلے طور پر انکار ہے ہیں ہماری طرف سے آخری دو گذارش ہیں۔ اگر اسے آپ نے تسلیم کر لیا تو مناظرہ کیا جا سکتا ہے ورنہ یہی کہنا پڑے گا کہ آپ نے زوردار طریقے سے مناظرہ سے راہ فرار اختیار فرمائی ہے۔

وہ یہ کہ منصفین میں سے ایک منصف آپ اور ایک ہم پیش کریں گے اور تیسرا منصف ان کی متفقہ رائے سے ہوگا۔ دوسری گذارش یہ کہ جگہ مناظرہ کے لیے وہی ہوگی جسے فریقین یعنی آپ کے اور ہمارے درمیان باہمی مشورہ سے منتخب کیا جائے گا۔

آپ کے مکتوب کا حرف بحرف جواب تو تضیع اوقات کے مترادف تھا۔ اس لیے نتیجۃً مختصر جواب پیش کیا جاتا ہے

محمد

عرف غلام سرور قادری گلبرگ لاہور ۱۲/۸/۸۰

مکتوب ششم مولانا عبدالرشید صاحب

بخدمت جناب مفتی محمد غلام سرور قادری صاحب،

السلام علی من اتبع الھدیٰ ۔ گذارش ہے کہ ۳۰ دسمبر ۸۰ء کا تحریر کردہ جناب کا جواب موصول ہوا ۔ آپ کے اس جواب اور آپ کی سابقہ تحریرات میں فرار، فرار، فرار کی گردان اس کثرت سے دہرائی گئی ہے کہ جسے دیکھ کر الاناء یترشح بما فیہ کا منظر بے ساختہ آنکھوں کے سامنے آگیا

جناب والا! راقم الحروف نے پہلے روز جو موقف اختیار کیا تھا آج تک بحمد اللہ تعالیٰ اس پر قائم ہے اور ان شاء اللہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک آپ اس کا یا اس کے کسی حصہ کا نامناسب اور مناظرہ کے نتیجہ خیز ہونے میں مخل ہونا ثابت نہیں کر دیتے اس بار آپ نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر یہ منظور کر لو تو مناظرہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں جواباً گذارش ہے کہ آپ نے راقم الحروف کی پیش کردہ شرائط کی منظوری کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا جب تک آپ صاف لفظوں میں شرائط کی منظوری نہیں دیتے اس وقت تک آپ یہی ارشاد فرمائیں کہ دیگر امور کیسے زیر بحث آسکتے ہیں ؟ پہلے جناب شرائط کی منظوری کی اطلاع دیں بعد ازاں تو دو کیا دس باتیں آپ پیش فرما سکتے ہیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی پیش کردہ ہر بات پر بڑے کھلے دل سے غور ہم کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ امید ہے کہ آپ شرائط کی منظوری کی اطلاع جلد دے دیں گے ۔ لیکن بایں ہمہ اگر کسی وجہ سے آپ راقم الحروف کی پیش کردہ شرائط منظور نہ فرما سکیں تو چونکہ آپ تقریری مناظرہ کی بات نہ بن سکنے کی صورت میں تحریری مناظرہ کا وعدہ فرما چکے ہیں اور راقم بھی تحریری مناظرہ پر غیر مشروط طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کر چکا ہے اس لیے جن عبارات کی بنیاد پر احمد رضا خاں صاحب

نے علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے ان میں سے کسی بھی عبارت کو تحریری مناظرہ کے لیے منتخب فرما کر اطلاع دیں۔ راقم کے خیال میں تو یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ احمد رضا خان صاحب نے بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی عبارت کو دیگر علماء دیوبند کی عبارات سے مقدم ذکر کیا ہے اس لیے آپ بھی احمد رضا خان صاحب کی اتباع میں موصوف کی عبارت ہی سے اپنے تحریری مناظرہ کی ابتداء فرمالیں۔ راقم نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ باقی آپ علماء دیوبند کی جس عبارت کو بھی تحریری مناظرہ کیلئے منتخب فرمائیں گے راقم کو اسے قبول کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ فقط

عبدالرشید غفرلہٗ

جامع مسجد جانی شاہ۔ لٹن روڈ ۲ ؎
نزد چوک قرطبہ۔ مزنگ چونگی۔ لاہور

۱۰/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ
۱۴/ جنوری ۱۹۸۱ء

دوسرا حصہ ــــــــــ بالمشافہہ گفتگو

مکتوب بنام ڈاکٹر اقبال صاحب

بخدمت جناب مکرم ومحترم ڈاکٹر اقبال صاحب زاد مجدکم ودام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ گذارش ہے کہ جس شب کو احقر کی مفتی غلام سرور صاحب قادری کے ساتھ قاری قطب الدین صاحب کی مسجد میں گفتگو ہوئی تھی، اس سے آئندہ روز جب احقر آپ کے پاس حاضر ہوا تھا تو جناب نے فرمایا تھا کہ جس طرح تم نے رات کی ساری گفتگو کا لب لباب اور خلاصہ اب میرے سامنے ذکر کیا ہے اسی طرح اگر تو اس کو تحریر کر کے مجھے دے دے تو یہ بہتر ہوگا۔ راقم الحروف نے آپ سے وعدہ کر لیا تھا کہ انشاء اللہ العزیز آپ کی خواہش کے مطابق اس گفتگو کی روداد تحریری طور پر بھی پیش کروں گا لیکن اپنی مصروفیات کے باعث اپنا وعدہ جلد پورا نہ کر سکا جس پر معذرت خواہ ہوں۔ بہرحال اس گفتگو کی مختصر روداد احقر کے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

بالمشافہہ گفتگو کی تقریب کا پس منظر

آج سے تقریباً تین ماہ پیشتر کی بات ہے کہ احقر کسی کام کے سلسلہ میں صبح سات آٹھ بجے کے قریب چوہدری فتح محمد صاحب کے ہل پران کے فرزند ارجمند چوہدری عطا محمد صاحب سے ملنے کے لیے گیا تھا۔ میرے ساتھ چوہدری عطا محمد صاحب کے بہنوئی جناب مظفر حسین صاحب بھی تھے۔ بات چیت کے دوران یکایک چوہدری عطا محمد صاحب نے میری توجہ قاری قطب الدین صاحب کی طرف مبذول کرادی جو قریب والی سڑک پر سے گذر رہے تھے۔ چوہدری صاحب کی خواہش نہ ہونے کے باوجود احقر نے قاری صاحب کو

آواز دے کر بلا لیا اور شریک محفل کر لیا۔ پھر قاری صاحب کی موجودگی میں ہماری بات چیت ہوتی رہی۔ اسی دوران چوہدری عطاء محمد صاحب نے فرمایا کہ بعض اختلافی مسائل پر بات چیت کرنے کے لیے میں کسی بریلوی عالم کو لاؤں گا تاکہ تمہاری اور اس کی بات چیت سے تلاش حق کے سلسلہ میں ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ احقر نے عرض کیا کہ میں کسی بھی بریلوی عالم سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ وہ میری شرائط تسلیم کر لیں جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ یہ بات چیت بند کمرہ میں ہو۔ جس میں ضرورت سے زیادہ اور غیر متعلق لوگ شریک نہ ہوں تاکہ لڑائی جھگڑے اور تو تو، میں میں کا احتمال نہ رہے اور انہی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ گفتگو سے پہلے جن الفاظ میں میں قسم اٹھاؤں گا انہی الفاظ میں ان کو قسم اٹھانا ہوگی کہ ہم پوری دیانت داری کے ساتھ بات چیت کریں گے۔ یہ قاری قطب الدین صاحب کی موجودگی میں طے پایا تھا۔

۲۵ مئی بروز منگل بعد نماز عشاء (بمطابق یکم وو شعبان المعظم کی درمیانی شب) چوہدری فتح محمد صاحب کے صاحبزادے، چوہدری عطاء محمد صاحب جناب قمرالدین صاحب صرف خلیفہ صاحب کے ہمراہ احقر کے پاس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ کل یعنی ۲۶ مئی بعد نماز عشاء مفتی غلام سرور صاحب قادری تشریف لائیں گے لہٰذا تم بھی ہمارے بل پر ہی کل کو بعد از نماز عشاء آجانا۔ وہیں پر مفتی صاحب سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے بات چیت ہو جائے گی۔ بہرحال وقت مقررہ پر احقر بل پر پہنچ گیا۔ اس وقت تک مفتی صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔ ہم لوگ مفتی صاحب کے انتظار ہی میں تھے کہ آپ اور چوہدری محمد اشفاق صاحب بھی تشریف لے آئے۔ خیر کچھ دیر بعد مفتی صاحب تشریف لے آئے اور وہاں پر موجود بچوں اور کرسیوں کی تنگ دامانی کے باعث مجبوراً پہلے سے متعین شدہ مقام گفتگو کو تبدیل کر کے قاری قطب الدین صاحب کی مسجد میں فریقین کو جانا

پڑا۔ بہرحال وہاں پہنچ کر محراب مسجد کے عین مقابل برامدے میں ہم لوگ بیٹھ گئے اور اردگرد معزز سامعین حلقہ بناکر تشریف فرما ہو گئے ۔

مجلس کی کارروائی کا آغاز | قاری قطب الدین صاحب خطیب جامع مسجد حاجی نور احمد واقع ٹمپل روڈ کی تلاوتِ کلام پاک سے اس مجلس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔

ایک غلط بیانی سے مفتی غلام سرور صاحب کی گفتگو کا آغاز

مفتی غلام سرور صاحب قادری : (مفتی صاحب نے تلاوتِ کلام پاک کے بعد راقم الحروف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاضرینِ مجلس سے یہ فرمایا) مولانا سے اسی موضوع پر میری خط و کتابت بھی ہوتی رہی ہے لیکن گزشتہ سال میرے حج پر چلے جانے کے باعث وہ ہماری خط و کتابت پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی ۔

احقر راقم الحروف : جواباً راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مفتی صاحب کے حج پر تشریف لے جانے کے باعث خط و کتابت منقطع ہوگئی اور اس طرح یہ بات پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مفتی صاحب کے حج سے واپس تشریف لے آنے کے بعد بھی طرفین سے مراسلت ہوئی ہے اور بات کے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ مفتی صاحب کا حج پر جانا نہیں ہے بلکہ اس کی اصل وجہ احقر کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم نہ کر کے مفتی صاحب کا مناظرہ سے گریز کرنا ہے۔

• یہ بات یاد رہے کہ احقر نے جو شرائط پیش کی تھیں وہ صرف تقریری مناظرہ یعنی بالمشافہ گفتگو کرنے کے لیے تھیں اور تحریری مناظرہ کے لیے بلا شرط اپنی آمادگی سے احقر نے ۶ جولائی ۱۹۸۰ء کے مکتوب میں مفتی صاحب

لہ ۔ یہ بات صرف آپ کے علمی اضافہ کے لیے ذکر کردی ہے ورنہ اس وقت یہ بات نہیں ہوئی تھی ۱۲ منہ

کو مطلع کر دیا تھا اور جواباً ۱۳/ اگست ۱۹۸۰ء کے مکتوب میں مفتی صاحب
نے بھی تقریری مناظرہ کی شرائط طے نہ ہونے کی صورت میں تحریری مناظرہ
کرنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن بعد میں مفتی صاحب اس سے بھی فرار اختیار کر گئے۔
نیز احقر نے عرض کیا کہ میرے پاس مفتی صاحب کی وہ تحریرات اب بھی موجود ہیں۔ اگر مفتی صاحب
دیکھنا چاہیں تو میں وہ تحریرات ابھی پیش کئے دیتا ہوں جس سے یہ دونوں باتیں حل ہو جائیں گی۔
اول یہ کہ ہماری مراسلت کا انقطاع مفتی صاحب کے حج پر جانے کے باعث ہو گیا
تھا یا حج سے واپسی کے بعد بھی ہماری مراسلت ہوئی ہے۔؟
دوم یہ کہ ہماری مراسلت کے انقطاع کا اصل سبب مفتی صاحب کا حج پر جانا ہے
یا مفتی صاحب کا راقم الحروف کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم نہ کر کے مناظرہ سے فرار کرنا ہے؟
مفتی صاحب چونکہ اصل تحریرات کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے کیونکہ اس میں
انہیں اپنی مزید سبکی نظر آ رہی تھی اس لیے انہوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اب اس بات
کو یہیں ٹھپ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کلام کا رخ دوسری طرف موڑ دیا جو احقر
ابھی عرض کرتا ہے۔ اس صورت حال پر راقم الحروف کسی قسم کا تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں
نہیں ہے۔ البتہ حسرت و افسوس کے ساتھ ایک مصرع پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

مفتی غلام سرور صاحب قادری:۔ (اس کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا) ان کی پیش کردہ
شرائط ہمیں اس لیے منظور نہ تھیں کہ انہوں نے یک طرفہ طور پر شرائط پیش کر کے ان پر
اصرار شروع کر دیا تھا، جبکہ مناظرہ میں وہی شرائط معتبر ہوتے ہیں جو فریقین باہم ملکر طے کریں۔
احقر راقم الحروف: احقر نے صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میں نہ کوئی رسمی مناظر
ہوں اور نہ میرا کام ہے خواہ مخواہ کی چیلنج بازی کرنا اور دوسروں کو مناظرہ کی دعوت دیتے

پھرنا بلکہ یہ مور میری افتاد طبع اور میرے مزاج و طبیعت سے کوئی میل نہیں کھاتے۔
ہاں البتہ اگر کوئی صاحب کوئی مسئلہ احقر سے دریافت کرتے ہیں تو پھر بشرط علم احقر بغیر کسی
قسم کی مداہنت کے اور بغیر خوف لَوْمَةَ لَائِمْ حق بات پوری طرح واضح کر کے بتلا دیتا ہے۔
قاری قطب الدین صاحب جو سامنے ہی تشریف فرما تھے ان کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے احقر نے عرض کیا کہ قاری صاحب نے زبانی طور پر کئی بار احقر کو مناظرہ کا چیلنج دیا
بعد ازاں تحریری طور پر بھی مناظرہ کا چیلنج دینے سے گریز نہیں کیا۔ تب مجبور ہو کر احقر نے قاری صاحب
کی خدمت میں جواباً ایک عریضہ ارسال کیا کہ راقم الحروف اس شرط پر مناظرہ کے لیے تیار ہے کہ آپ
اس کی پیش کردہ تمام شرائط کو من وعن تسلیم کریں ورنہ احقر کو آپ کا چیلنج منظور نہیں ہے۔
ہاں البتہ اگر فریقین مناظرہ کے خواہشمند ہوتے تو پھر یقیناً وہی شرائط معتبر ہوتیں جو فریقین
باہم مل کر طے کرتے۔ لیکن یہاں صورت حال ایسی نہ تھی۔ احقر نے جب اس صورتِ حال
کی وضاحت کی تو مفتی صاحب خاموش ہو گئے اور اصل موضوع یعنی شرائط مناظرہ پر گفتگو
شروع فرمادی۔

شرائط مناظرہ پر بحث کی ابتداء

مفتی صاحب کا مطالبہ کہ پہلے علماء دیوبند کا اسلام ثابت کرو

مفتی غلام سرور صاحب قادری:۔ (مفتی صاحب اصل موضوع یعنی شرائط مناظرہ پر بحث
کی ابتدا کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے) جب تک فریقین اصولی اور اعتقادی مسائل پر متفق
نہ ہوں یعنی مسلمان نہ ہوں اس وقت تک فروعی مسائل پر بحث کرنا لاحاصل ہے اس لیے سب سے پہلے
اصولی اور اعتقادی مسائل پر گفتگو ہوگی اور اس سلسلہ میں علماء دیوبند کی وہ عبارات زیر بحث

آئیں گی جن کی بنا پر ہمارے اکابر نے انہیں کافر مرتد قرار دیا ہے۔

اپنا اسلام ثابت کرنے سے مفتی صاحب کی پہلو تہی۔

احقر راقم الحروف :۔ راقم الحروف نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ بالکل درست ہے۔ جب تک فریقین اپنا مسلمان ہونا ثابت نہیں کر دیتے اس وقت تک کسی دوسری بات کو زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔ لہٰذا احقر علماء دیوبند کی ان عبارات کا جواب دے گا جن کی بنا پر آپ کے احمد رضا خاں صاحب نے اکابر علماء دیوبند کو کافر قرار دیا ہے اور ساتھ ہی آپ کو بھی اپنے اکابر کی ان کفریہ عبارات کا جواب دینا ہوگا جو میں پیش کروں گا۔ فریقین کا اسلام ثابت ہو جانے کے بعد ہی کسی اور موضوع پر گفتگو ہوگی۔ مفتی صاحب اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کا جوابات دینے کی ذمہ داری اٹھانے سے پہلو تہی کرنے لگے اور اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کا جواب دینے کی ذمہ داری سے جان چھڑانے کے لیے [illegible] حیلے بہانے شروع کر دیے جو میں ابھی عرض کرتا ہوں۔ بہر حال اس طرح انہوں نے [illegible] حیل [illegible] کر دیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ علماء دیوبند احمد رضا خاں صاحب کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری :۔ مفتی صاحب نے اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کا جواب دینے سے جان چھڑانے کے لیے یہ فرمایا کہ احمد رضا خاں صاحب کی کوئی عبارت کفریہ نہیں ہے ورنہ علماء دیوبند ضرور ان کو کافر قرار دیتے حالانکہ علماء دیوبند احمد رضا خاں

صاحب کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا تھانوی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ احمد رضا خاں صاحب کی کوئی عبارت کفریہ نہیں ہے۔

احقر راقم الحروف: احقر نے جواباً عرض کیا کہ علماء دیوبند کے نزدیک احمد رضا خاں صاحب کی بعض عبارات یقیناً کفر ہیں لیکن علماء دیوبند انہیں اس لیے کافر قرار نہیں دیتے کہ ان کے خیال میں احمد رضا خانصاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف مولانا اسمٰعیل شہید اور دیگر علماء دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے افتراء پردازی اور کذب بیانی کے طور پر لکھا ہے۔ فی الواقع ان کے اس قسم کے عقائد نہیں ہیں۔ مثلاً مولانا اسمٰعیل شہید کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بارے میں ایسے ویسے عقیدے رکھتے ہیں جو بالکل ٹھیٹ اور صریح کفر ہیں، پھر انہیں کافر بھی نہیں کہتے، بلکہ مسلمان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کافر کو کافر نہ سمجھنے سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح احمد رضا خاں صاحب خود کافر قرار پاتے ہیں۔ لیکن علماء دیوبند کا احمد رضا خانصاحب کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ ان کا مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر قرار نہ دینا تو اس بناء پر ہے کہ ان کے کفریہ عقائد سرے سے ہیں ہی نہیں اور جہاں ان کے کفریہ عقائد لکھے ہیں وہ سب انہیں بدنام کرنے کے لیے کذب بیانی اور افتراء پردازی ہے۔ گویا علماء دیوبند احمد رضا خاں صاحب کو کذاب و افتراء پرداز قرار دینے کے باعث کافر نہیں کہتے ہیں۔ لیکن احمد رضا خانصاحب کو اگر آپ بیان میں سچا سمجھا جائے جیسا کہ آپ حضرات کا خیال ہے تو پھر وہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی کافر مرتد قرار پاتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنہ رضا خانیت اور اسی طرح دیگر دینی فتنوں کی سرکوبی کے لیے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری کا

تقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ بات بڑی تفصیل سے اپنی متعدد کتابوں مثلاً رد التکفیر علی الفحاش الشنظیر اور النعل المعکوس علی الاضر المنکوس وغیرہ میں ذکر فرمائی ہے۔

اگرچہ اس وقت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری مبلغ دارالعلوم دیوبند کی کسی کتاب کا کوئی اقتباس پیش نہیں کیا گیا تھا لیکن اب آپ کے علمی اضافہ کے لیے ان کی تحریر سے دو[2] اقتبا بھی پیش کر رہا ہوں۔

"اب بندہ عرض کرتا ہے الحمدللہ یہ نفیس جزئیہ آپ کے کفر اجماعی کا نکل آیا جس کا حاصل یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے اتباع باجماع تمام امت کافر قطعی ہیں کیونکہ جس نے ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں صاف صریح گستاخی کی اور گالی دی اور گالی دینا بھی ایسا یقینی کہ جس پر خاں صاحب قسمیں کھاتے ہیں پھر بھی خانصاحب نے اس کی تکفیر نہ کی تو خاں صاحب قطعی کافر جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔"

النعل المعکوس علی الاضر المنکوس ص۳۲ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند باہتمام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب حال مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحمہ اللہ۔

۲۔ تنبیہ خامس :۔ جناب خانصاحب آپ سے اور آپ کے اتباع سے اس کفر کا اٹھنا محال ہے۔ ہاں ہم جو صورت بتاتے ہیں وہ اختیار کرلو تو اس سے رستگاری ممکن ہے۔ یا تو یہ کہو کہ واقعی حضرت مولانا اسماعیل شہید سچے اور پکے مومن اور مسلمان ہیں اور ہم بھی انہیں ایسا ہی جانتے ہیں مگر فقط غیظ و غضب، تعنت و حسد کی وجہ سے مولانا موصوف پر الزام بالقصد لگا دئے کہ انہوں نے فلاں بات کا

اقرار کیا، مان لیا، تصریح کی، صاف صاف لکھ دیا۔ یہ سب جھوٹ محض اور کذب خالص ہے۔ اس صورت میں گو آپ کا کذاب، مفتری ہونا تو ضرور ثابت ہو گا مگر کفر خالص سے نجات ملے گی۔ مگر یہ صدق و صفائی آپ سے تقریباً محال ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے اور ضرور نہ ہو سکے گا تو پھر یہ صورت ہے کہ اس کا اقرار صاف کر لو کہ ہم نے جو الزامات مولانا موصوف پر لگائے ہیں۔ گو مولانا اس سے واقع میں بری ہوں ــــ اور ہیں ــــ ہمارے نزدیک یقینی ان امورِ کفریہ کے وہ معتقد ہیں اور اس بناء پر ان کی تکفیر ہم پر ضروری تھی۔ اس وقت تک جو تکفیر نہ کی یہ ہم سے غلطی ہوئی اور واقع میں اس وقت تک ہم اور ہماری تمام جماعت قطعی کافر اور مرتد تھی۔ مگر ہم سب اب توبہ کرتے ہیں اور اپنے عقیدہ کے موافق مولانا کی تکفیر کرتے ہیں۔ اتنے دنوں تک کافر رہے اب مسلمان ہوتے ہیں۔"

النعل المکوس علی الاضر المنکوس ص۴۲ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند
باہتمام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب حال مہتمم دارالعلوم دیوبند
و حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحمہ اللہ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علماء دیوبند جناب احمد رضا خاں صاحب کو کذاب و افتراء پرداز سمجھتے ہیں اس لیے ان کی تکفیر نہیں کرتے ہیں لیکن ان کو اپنے بیانات میں سچا ماننے کی صورت میں ان کے ایمان کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لہذا اب آپ کے لیے صرف دو راستے ہیں ۱۔ یا علماء دیوبند کی طرح اقرار کر لیں کہ واقعی احمد رضا خان صاحب افتراء پرداز اور کذاب ہیں ۲۔ اور یا پھر ان کو سچا ماننے کی صورت میں ان کا اسلام ثابت کریں لیکن چونکہ مفتی صاحب کو احمد رضا خاں صاحب کو سچا سمجھتے ہوئے مسلمان ثابت کرنا سخت مشکل نظر آ رہا تھا اس لیے انہوں نے مزید تضیع وقت کے لیے بالکل غیر متعلق اور لایعنی

سوالات کرنے شروع کر دیے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری: جس طرح مولانا احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کو کافر قرار دیا ہے کیا اسی طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی جواباً مولانا احمد رضا خان صاحب کو کافر قرار دیا ہے۔

احقر راقم الحروف: راقم الحروف نے عرض کیا کہ احمد رضا خان صاحب کا فتنۂ تکفیر[۱] اٹھا ہی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی وفات کے بعد ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا انتقال جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ میں ہوا ہے جبکہ احمد رضا خان صاحب اسی سال حضرت گنگوہی کے انتقال کے بعد حج کے بہانے حرمین شریفین گئے اور وہاں سے علماء دیوبند کی تکفیر کا فتویٰ حاصل کر کے ۱۳۲۴ھ میں واپس ہندوستان آئے اور ہندوستان واپس آکر دو تین سال بعد اپنی کتاب "حسام الحرمین" شائع کی جس میں اکابر علماء دیوبند کو کافر مرتد قرار دیا گیا تھا۔ اس لیے اس بات کا سوال ہی بے جا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے جواباً احمد رضا خان صاحب کو کافر قرار دیا تھا یا نہیں؟

مفتی غلام سرور صاحب قادری: کیا مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کو کافر قرار دیا ہے؟ اور کیا مولانا اشرف علی تھانوی نے احمد رضا خان صاحب کو کافر قرار دیا ہے؟

احقر راقم الحروف: راقم الحروف نے عرض کیا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ علماء دیوبند احمد رضا خان صاحب کو اس لیے کافر قرار نہیں دیتے ہیں کہ وہ احمد رضا خان صاحب کو اپنے بیانات میں کذاب و مفتری سمجھتے ہیں لیکن اگر ان کو اپنے بیانات میں سچا سمجھا جائے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو پھر احمد رضا خان صاحب علماء دیوبند کے نزدیک بھی کافر قرار

۱۔ ورنہ نفس تکفیر احمد رضا خان صاحب نے ۱۳۲۰ھ کے بعد کر دی تھی ۱۲ منہ

پاتے ہیں۔ لہذا آپ یا تو احمد رضا خان صاحب کے علماء دیوبند کی طرح کذاب وافترا پرداز قرار دیں یا پھر ان کا مسلمان ہونا ثابت کریں۔ ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی ویسے آپ کی جان نہیں چھوٹتی۔ مفتی صاحب وقت گذاری کے لیے یہی سوالات بار بار لوٹاتے رہے اور احقر اپنے اسی اصولی جواب کو اجمالاً وتفصیلاً دہراتا رہا۔

احمد رضا خان صاحب کا بعض حضرات کے صریح کفریہ عقائد بیان کرنا اور پھر تکفیر نہ کرنا

مفتی غلام سرور صاحب قادری: کیا تم دکھا سکتے ہو کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مولانا اسمٰعیل کے صریح کفریہ عقائد کہاں بیان کیے ہیں؟ اور کس جگہ ان کو کافر قرار دینے سے انکار کیا ہے؟

احقر راقم الحروف:۔ جی ہاں ضرور دکھا سکتا ہوں۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری: آئندہ کوئی تاریخ مقرر کر لو اس تاریخ پر یہ کتابیں لے آنا۔ یہ حوالے دیکھ کر ہی اب آگے بات چیت ہوگی۔

احقر راقم الحروف: راقم الحروف نے عرض کیا کہ آپ آئندہ تاریخ پر بات کو ٹال کر جانے کی کوشش نہ کریں۔ اب اگر مزید گفتگو آپ اصل حوالے دیکھے بغیر نہیں کرنا چاہتے تو احقر ابھی اصل کتب لا کر آپ کو دکھا دیتا ہے۔ آپ بات کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں انشاء اللہ العزیز فجر کی نماز میں پر آپ اور ہم ادا کریں گے۔ البتہ یہ بات یاد رکھیں کہ میں اس وقت آپ کو صرف حوالے ہی دکھاؤں گا۔ اس وقت ان حوالوں پر کوئی بحث مباحثہ قطعاً نہیں ہوگا کیونکہ یہ مجلس شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے منعقد ہوئی ہے، بحث ومناظرہ کیلئے نہیں

مفتی غلام سرور صاحب قادری: ۔ ٹھیک ہے بس تم صرف حوالے ہی دکھادو۔

احقر راقم الحروف: راقم الحروف وہاں سے اٹھا اور احمد رضا خان صاحب کی دو کتابیں (۱) فتاوی رضویہ جلد اول ۲ اور الکوکبۃ الشہابیۃ گھر سے لے آیا سب سے پہلے راقم الحروف نے فتاوی رضویہ جلد اول ص۱۹۰ کی درج ذیل عبارت پڑھ کر سنائی ۔

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا، بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔ اس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے ایسے کو کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں ۔ نہ اس کی کتاب قابل استناد، نہ اس کا دین لائق اعتماد۔ ایسے کو جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے ۔ چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے۔ ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے ۔ کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں ۔ وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ، مردی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے ۔ صمد نہیں جوف دار کھکل ہے ۔ سبوح قدوس نہیں خنثی مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے ۔ زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے بس

کے ماں باپ، جورو، بیٹا سب ممکن ہیں۔ بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ مدرکی طرح پھیلتا سمٹتا ہے۔ بہرہا کی طرح چوکھا ہے ــــ الی آخر الہذیانات"

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۱۹۹ مطبوعہ سنی دارالاشاعت، علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ، لائلپور)

یہ خبیث اور صریح کفریہ عقائد احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے بیان کئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کو کافر قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے مفتی صاحب کو احمد رضا خان صاحب کی کتاب "الکوکبۃ الشہابیۃ" کی درج ذیل عبارت دکھائی گئی۔

"ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اکفار سے کفِ لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب"

(الکوکبۃ الشہابیہ ص۶۲ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی)

اس عبارت میں احمد رضا خاں صاحب نے اِکفار یعنی کافر قرار دینے سے کفِ لسان یعنی زبان روکنا ماخوذ مختار و مرضی و مناسب قرار دیا ہے۔ باوجودیکہ مفتی صاحب وعدہ فرما چکے تھے کہ میں صرف حوالے دیکھوں گا اور ان حوالوں پر اس وقت کوئی بحث نہیں کروں گا۔ لیکن ع

وہ وعدہ ہی کیا ہوا جو وفا ہو گیا

مفتی غلام سرور قادری: مولانا احمد رضا خاں صاحب کی "الکوکبۃ الشہابیۃ" والی عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مولانا اسمٰعیل کو مسلمان سمجھتے ہیں، جیسا کہ تم کہہ رہے ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مولانا اسمٰعیل کو کافر قرار دینے میں توقف کر رہے ہیں۔

احقر راقم الحروف: راقم الحروف نے ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا اور ساتھ ہی عرض کیا کہ احقر اس بات کی تحریر دینے کے لیے تیار ہے کہ شرائط مناظرہ طے ہونے کے بعد اس عبارت کے مفہوم سے متعلق آپ سے ضرور بات کروں گا اور احمد رضا خان صاحب کی دیگر تحریرات

کی روشنی میں ثابت کروں گا کہ اس عبارت کا جو مفہوم میں نے پیش کیا ہے وہی صحیح اور درست ہے اور جو مفہوم اس عبارت کا آپ پیش فرما رہے ہیں وہ غلط اور باطل ہے اور احقر نے زور دے کر ان سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کا جواب دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ جبکہ احقر بالکل آغاز گفتگو ہی میں یہ وعدہ کر چکا ہے کہ میں اپنے اکابر کی ان عبارات کا جواب پیش کروں گا، جن کی بنا پر آپ کے احمد رضا خان صاحب نے ان کو کافر و زندیق قرار دیا ہے۔ نیز احقر نے کہا کہ آپ نے اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کا جواب دینے سے پہلوتہی کرتے ہوئے فضول اور غیر متعلقہ باتوں میں تقریباً تین گھنٹے ضائع کر دئے ہیں۔ جب مفتی صاحب نے یہ محسوس کیا کہ اس مطالبہ سے جان چھڑانا مشکل ہے اور عوام سامعین بھی سوچ رہے ہیں کہ جب یہ شخص (یعنی احقر راقم الحروف) اکابر علماء دیوبند کی عبارات کا جواب دیتے ہوئے اپنا اسلام ثابت کرنے کو تیار ہے تو مفتی صاحب اپنے بڑوں کی عبارات کا جواب دے کر ان کا اور اپنا مسلمان ہونا ثابت کرنے سے اتنا کیوں گھبرا رہے ہیں؟ اور اس مطالبہ سے جان چھڑانے کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ کیوں استعمال کر رہے ہیں؟ تب بدرجہ مجبوری مفتی صاحب یوں گویا ہوئے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری:۔ (مفتی صاحب نے مجبور ہو کر یہ تسلیم کر لیا کہ) فریقین کے اکابر کی عبارات زیر بحث آئیں گی۔

احقر راقم الحروف: راقم الحروف نے عرض کیا کہ مفتی صاحب! اگر آپ یہی بات شروع ہی میں تسلیم فرما لیتے تو تقریباً تین گھنٹوں کا جو ضیاع آپ کی بے جا بحث مباحثہ سے ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔ نیز احقر نے عرض کیا کہ ہمارے اکابر تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں جن پر احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ لیکن آپ ذرا اپنے اکابر کی تعریف فرما دیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوران مناظرہ جب میں کوئی عبارت آپ کے کسی بزرگ کی پیش کروں تو آپ فرما دیں کہ یہ ہمارے اکابر میں سے نہیں ہے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری:۔ ہمارے اکابر وہ علماء ہیں جو مولانا احمد رضا خان صاحب کے ساتھ عقیدۃً و مسلکاً متفق ہیں۔ مثلاً مولانا نعیم الدین مراد آبادی وغیرہ۔

احقر راقم الحروف:۔ اس طرح خدا خدا کر کے شرائط مناظرہ کے سلسلہ میں پہلی بات یہ طے پا گئی کہ فریقین کے اکابر کی عبارات زیر بحث آئیں گی اور فریقین فروعی مسائل پر گفتگو کرنے سے پہلے اپنا اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں گے۔

مولانا اسمٰعیل شہید کے بارے میں خانصاحب بریلوی کا مسلک اسلام یا توقف؟ (انکی اپنی تحریرات سے)

"الکوکبۃ الشہابیہ کی عبارت کے متعلق مفتی صاحب نے جو یہ بات کہی تھی کہ اس میں مولانا اسمٰعیل شہید کو مسلمان نہیں کہا گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل کے بارے میں توقف کیا جائے۔ اس کا جواب اس وقت تو اس لیے پیش نہیں کیا گیا تھا کہ مفتی صاحب غیر متعلقہ باتوں میں الجھا کر اصل بنیادی مسئلہ کو پس پشت ڈال دینا چاہتے تھے۔ لیکن اب اس کا جواب پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ سے متعلق دلائل و شواہد آپس میں اس طرح متعارض ہوں کہ کسی طرح ان میں تطبیق یا کسی ایک جانب کی ترجیح ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں

انسان" شک کا شکار ہو کر کسی ایک جانب کا فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہتا۔
اس لیے ایسے مسئلہ میں وہ "توقف" اختیار کر لیتا ہے۔ یعنی اس مسئلہ کی کسی ایک جانب
کے متعلق بھی وہ زبان نہیں کھولتا۔ "توقف" کی اس حقیقت کو مدنظر رکھتے اور غور کیجیے
کہ اگر احمد رضا خان صاحب مولانا اسمٰعیل شہید کے متعلق اسی کیفیت کا شکار ہوتے
اور ان کے ایمان و کفر کا فیصلہ نہ کر پاتے تو وہ کہتے کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نہ ان کے
اسلام کا فیصلہ کیا جائے اور نہ ان کے کفر کا یعنی ان کو مسلمان یا کافر قرار دینے سے
متعلق اپنی زبان کو روکا جائے حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب
مولانا اسمٰعیل شہید کو مسلمان قرار دینے سے زبان روکنے کا حکم نہیں فرماتے ہیں بلکہ
صرف کافر قرار دینے سے زبان کو روکنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ان کی اصل عبارت
یہ ہے:

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اِکفار (یعنی کافر قرار دینے) سے کف لسان
(زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔" الکوکبۃ الشہابیہ ص۶۲
اور چونکہ اسلام و کفر کے درمیان کوئی واسطہ تو ہے نہیں اسلیے کافر قرار دینے کا مطلب مسلمان قرار دینے کے
علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ نیز احمد رضا خان صاحب نے ایک اور مقام پر مولانا اسمٰعیل شہید
کو بڑے واضح الفاظ میں مسلمان کہا ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت ملاحظہ ہو:
"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل "لا الٰہ الا اللہ" کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک
وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی
ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ"

تمہید ایمان بآیات قرآن ص۴۲ مطبوعہ اشرفی کتب خانہ اندرون دہلی دروازہ لاہور

یہ عبارت احمد رضا خان صاحب کی ایک اور کتاب "سبحٰن السبوح" ص۹ (مطبوعہ دار الاشاعت جماعت نوری۔ بازار داتا صاحب۔ لاہور) پر بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت سے بھی ثابت ہو گیا کہ وہ مولانا اسمٰعیل شہید کو "اہل لا الہ الا اللہ" میں سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک حکم اسلام کا ضعیف سے ضعیف محمل بھی باقی ہے ہم انہیں کافر نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسے اختلاف کی صورت میں اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ثابت ہو گیا کہ احمد رضا خان صاحب مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔

اور اگر بقول مفتی صاحب ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ احمد رضا خان صاحب کی "الکوکبۃ الشہابیۃ" والی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر قرار دینے کے سلسلہ میں توقف کرتے ہیں تو پھر بھی اس سے اصل مسئلہ پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ جس طرح قطعی و یقینی کفر کے قائل کو مسلمان سمجھنا ایک مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے اسی طرح قطعی و یقینی کفر کے معتقد کو کافر قرار دینے میں شک کا شکار ہونا اور توقف کرنا بھی ایک مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں کہ:

"اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے ہیں کہ مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ (جو ایسے شخص کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے)

تمہید ایمان بآیات قرآن ص۴۵

بہرحال اس طرح بھی مفتی صاحب کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ احمد رضا خان صاحب کو اپنے بیانات میں سچا سمجھنے کی صورت میں ان کا مسلمان ہونا ثابت کریں۔

حَکَمْ مقرر کرنے کے سلسلہ میں بحث | اس کے بعد حَکَمْ سے متعلق دوسری شرط پر بحث شروع ہوئی

احقر راقم الحروف :۔ احقر نے اس سلسلہ میں عرض کیا کہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے تین مسلمہ فریقین ریٹائرڈ ججوں کو مناظرہ کا حکم مقرر کیا جائے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری (مفتی صاحب نے اس پر فرمایا کہ ججوں کے مبلغ علم کا مجھے خوب اندازہ ہے۔ وہ عربی نہیں جانتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کو حکم مقرر کرنا چاہیے کہ جو عربی سے واقف و آشنا ہوں یا کم از کم تین ججوں کے ساتھ ساتھ دو عربی جاننے والوں کو بھی حکم مقرر کیا جائے۔

احقر راقم الحروف : احقر نے عرض کیا کہ جن عبارات پر بحث ہوئی ہے وہ سب اردو میں ہیں نیز ہماری گفتگو عربی زبان میں نہیں بلکہ اردو میں ہوئی ہے۔ تو عربی زبان جاننے والوں کو حکم مقرر کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟

مفتی غلام سرور صاحب قادری :۔ (مفتی صاحب نے عربی کی ضرورت ثابت کرنے کے لیے ایک مثال پیش فرمائی کہ) تمہارے اکابر نے لکھا ہے کہ شیطان کا علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے (العیاذ باللہ)، اس سلسلہ میں بھی "نسیم الریاض" کی عربی عبارات پیش کرتا ہوں گی۔

احقر راقم الحروف : احقر نے جواباً عرض کیا کہ "نسیم الریاض" کی عبارات کی ضرورت تو جب ہو کہ ہمارا اور آپ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہو۔ یعنی آپ کے نزدیک شیطان کا علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ بتانے والا کافر ہو اور ہم کہتے ہوں کہ ایسا شخص کافر نہیں ہوتا جب آپ کی طرح ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو شخص شیطان کا علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ بتائے وہ کافر ہے، مرتد ہے۔ تو پھر آپ ہی فرمائیے کہ "نسیم الریاض" کی عربی عبارتیں پیش کرنے کا مقصد کیا؟ اور فائدہ کیا؟ بحث تو صرف اتنی سی بات پر ہوئی ہے کہ مولانا خلیل احمد

صاحب سہارنپوری کی اس متنازعہ فیہ اردو عبارت کا مطلب کیا ہے ؟ اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس عبارت کا صرف یہی ایک مطلب بن سکتا ہے کہ شیطان کا علم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے تو اس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر یہ ثابت نہیں ہو پاتا بلکہ اس عبارت کا ایسا مطلب نکلتا ہے جو قرآن وسنت اور اجماع امت کے عین مطابق قرار پاتا ہے تو پھر مولانا خلیل احمد صاحب پر کفر وارتداد کا فتویٰ غلط اور باطل ۔ اس مقصد کا فیصلہ کرنے کے لیے عربی زبان جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری (تب چلا کر مفتی صاحب نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیڈ کو زمین پر پھینکتے ہوئے فرمایا کہ) اگر تم یہی طے کر کے آئے ہو کہ اپنی ہی سب باتیں منوانی ہیں اور دوسرے فریق کی کوئی بات نہیں ماننی تو پھر بات یہیں ختم کی جاتی ہے ۔

احقر راقم الحروف : راقم الحروف نے پھر یہ تجویز مفتی صاحب کے سامنے پیش کی کہ آپ کے فرمانے کے مطابق دو عربی جاننے والوں کو بھی مقرر کر لیا جاتا ہے ۔ لہٰذا اگر ہمارے اور آپ کے درمیان کسی عربی عبارت کے ترجمہ میں اختلاف ہو گیا اور ہم دونوں فریق اس اختلاف کو رفع نہ کر سکے تو پھر ایسی صورت میں جج صاحبان اگر عربی نہ جانتے ہوں اور خود کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو پھر جج صاحبان ان عربی جاننے والوں کی طرف رجوع کریں اور یہ عربی جاننے والے حضرات جو فیصلہ فرمائیں اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے جج صاحبان اپنا فیصلہ صادر فرما دیں ۔ گویا ان دو عربی جاننے والے حضرات کی حیثیت جج صاحبان کے لیے اسسٹنٹ اور معاون کی ہو گی ۔ باقی اصل فیصلہ جج صاحبان ہی کریں گے ۔ لیکن اس معقول تجویز کو بھی مفتی صاحب نے رد کر دیا اور ان کے ہاتھ میں جو پیڈ تھا اس پر کچھ لکھنے لگے ۔ بعد ازاں حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر اپنی لکھی ہوئی تحریر کا مفہوم انہیں

بتا دیجئے جس کا خلاصہ یہ تھا جو احقر ابھی عرض کرتا ہے ۔
مفتی غلام سرور صاحب قادری : چونکہ اس (یعنی راقم الحروف) کی ہٹ دھرمی کے باعث بات آگے نہیں بڑھ سکتی ہے ۔ اس لیے اس بات کو اب یہیں ختم کر دیا جاتا ہے
اس پر صورتِ حال کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے چوہدری عطا محمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم ہی اپنے موقف میں کچھ نرمی کرلو ۔ نیز میں نے بھی محسوس کیا کہ مفتی صاحب مجھ پر ہٹ دھرمی کا الزام لگا کر فرار ہونا چاہتے ہیں اس لیے
احقر راقم الحروف ، راقم الحروف نے عرض کیا کہ آپ بھاگنے کی کوشش نہ کریں ۔ اب ہم آپ کو ایسے بھاگنے نہیں دیں گے ۔ چلیئے آپ کی بے جا ضد کے باعث ہم یہ تسلیم کیے لیتے ہیں کہ پانچ آدمی حَکَم ہوں گے جن میں سے تین ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے مسلمہ فریقین جج اور دو مسلمہ فریقین مستند عربی دان خواہ ان کے پاس یونیورسٹی کی سند ہو یا کسی عربی مدرسہ سے فراغت کی ۔ خیر الحمدللہ اس طویل بحث مباحثہ کے بعد یہ بات بھی طے پا گئی ۔
قسم اٹھانے کے متعلق بحث کی ابتدا ر | احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ فریقین کے مناظر اور ان کے معاون علمار کرام (اگر ہوں تو) مسجد میں جا کر قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر مندرج ذیل الفاظ میں قسم اٹھائیں کہ :
" میں مسمّی فلاں بن فلاں ــــــ ساکن فلاں مقام ــــــ خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے قرآن پاک ہاتھ میں لے کر مسجد کے اندر اور تمام سامعین کو گواہ بناتے ہوئے بڑے صاف اور واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ چونکہ میں سنی حنفی مسلمان ہونے کا مدعی ہوں اس لیے اس مناظرہ کے دوران کوئی ایسی بات قطعاً نہیں کروں گا جس کے بارے میں میں یہ سمجھتا ہوں گا کہ یہ بات قرآن و سنت اور فقہ حنفی کے اصول و ضوابط

اور اس کے مفتیٰ بہٖ اقوال کے خلاف ہے اور یہ کہ حق بات کا اقرار کرنے میں مسلکی تعصب کو حائل بالکل نہیں ہونے دوں گا اور یہ کہ اگر میرے مخالف فریق کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلی جس کو میرا قلب صحیح و درست سمجھتا ہو گا تو میں فوراً بلا حیل و حجت اس کو تسلیم کر لوں گا اور یہ کہ اپنی پوری گفتگو کے دوران قرآن پاک اور احادیث صحیحہ اور فقہ حنفی کے اصول و ضوابط اور اس کے مفتیٰ بہٖ اقوال سے باہر نہیں جاؤں گا اور اگر میں مسمّٰی فلاں بن فلاں اپنے اس عہد و پیمان کی کسی شق کی بھی اس مناظرہ کے دوران مخالفت کروں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے مع اپنے بیوی بچوں کے ہلاک کردے اور اپنا عبرتناک عذاب مجھ پر نازل فرمائے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو جائے۔

مفتی صاحب کے لیے یہ قسم چونکہ زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتی تھی اس لیے انہوں نے فرمایا کہ:

مفتی غلام سرور صاحب قادری: ان الفاظ میں قسم اٹھانے سے میں متفق نہیں ہوں۔ البتہ سادہ الفاظ میں قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔

احقر راقم الحروف: راقم الحروف کے خیال میں ان کا مقصد یہ تھا کہ سادہ الفاظ میں قسم اٹھا لیں گے اور اس کی مخالفت کی صورت میں بعد کو کفارہ قسم ادا کر دیں گے۔ بہرحال احقر نے جب مذکورہ بالا طریقے پر قسم اٹھانے پر اصرار کیا تو وہ فرمانے لگے کہ:

مفتی صاحب "مناظرہ" سے "مباہلہ" کی طرف

مفتی غلام سرور صاحب قادری: پھر مناظرہ کی کیا ضرورت ہے، چھوڑو مناظرہ کو، مباہلہ کر لو۔

احقر راقم الحروف: احقر نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے، مباہلہ کر لیجئے۔ چلئے مباہلہ کی تاریخ مقرر کیجئے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری : (مفتی صاحب نے عوام پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کے لیے فرمایا کہ) ابھی مباہلہ کرو۔

نمائندگی کی شرط عائد کرکے "مباہلہ" سے بھی بھاگنے کی کوشش

احقر راقم الحروف : احقر نے عرض کیا، ٹھیک ہے ابھی مباہلہ کر لیتے ہیں۔ اس پر مفتی صاحب کے ساتھ آئے ہوئے ایک اور مولوی صاحب (غالباً ان کا نام مولوی محمد غافر تھا) نے مفتی صاحب کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اس سے کہو کہ یہ اپنے علماء سے اپنی نمائندگی کی تحریر لے کر آئے، پھر مباہلہ کرے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری : (مفتی صاحب نے اپنے ساتھی کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے فرمایا) کہ زیادہ کی ضرورت نہیں، صرف لاہور کے علماء کرام سے اپنی نمائندگی کی تحریر لے کر آؤ پھر مباہلہ کرتے ہیں۔

احقر راقم الحروف : جواباً احقر نے عرض کیا کہ جب احقر بلا شرط مباہلہ کے لیے تیار ہے تو آپ اس طرح کی شرائط عائد کرکے کیوں بات کو ٹالنا چاہتے ہیں؟

مفتی غلام سرور صاحب قادری : خیر اس پر مفتی صاحب خاموش ہو گئے۔

"مباہلہ" کیلئے مفتی صاحب کی ایک گول مول اور مہمل عبارت

احقر راقم الحروف : پھر احقر نے عرض کیا کہ آپ وہ عبارت لکھیں جسے پڑھ کر مباہلہ کیا جائیگا۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری : (احقر کے مطالبہ پر مفتی صاحب نے کچھ اس قسم کی عبارت تحریر فرمائی)

"مولانا احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں جن لوگوں کو کافر قرار دیا ہے وہ فتویٰ درست ہے ورنہ اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کر دے" او معناہ

"مباہلہ" کیلئے مولانا عبدالرشید صاحب کی ایک جامع عبارت

احقر راقم الحروف: اس پر احقر نے کہا کہ "حسام الحرمین" میں تو قادیانیوں اور مرزائیوں پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔ جس سے ہمیں بھی اتفاق ہے۔ اس لیے ایسی مجمل عبارت لکھنا قطعاً درست نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے ان کے ہاتھ سے پیڈ پکڑ کر خود عبارت لکھ کر دی جو کچھ اس طرح تھی:

"مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ان چاروں حضرات کی جو عبارات مولانا احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں نقل کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور پھر علمار حرمین سے اس پر تصدیقی دستخط حاصل کئے ہیں میں نے ان تمام عبارات کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ، ان کے توضیحی بیانات سمیت نیز ان حضرات کی دیگر تحریرات کی روشنی میں بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے اور اس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان مذکورہ بالا چاروں حضرات پر احمد رضا خان صاحب کا فتوائے کفر و ارتداد بالکل درست اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے اور واقعۃً ان چاروں حضرات کی عبارات منقولہ در "حسام الحرمین" میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اور ضعیف سے ضعیف احتمال بھی ایسا نہیں نکلتا کہ جس کی بنا پر ان مذکورہ بالا چاروں حضرات کو مسلمان قرار دیا جا سکے اور اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھ کو مع [illegible] بیوی بچوں کے ایک ہفتہ کے اندر اندر ہلاک کر دے

چوہدری عطاء محمد صاحب کے فرمانے کے باوجود مفتی صاحب نام لیکر مباہلہ نہ کر سکے

مفتی غلام سرور صاحب قادری :۔ دچوہدری عطاء محمد صاحب کے فرمانے پر بھی وہ اس کی جرأت نہ کر سکے اور فرمایا کہ میں نام نہیں لکھ سکتا اور ساتھ ہی وہاں سے اٹھ کر چل دئے۔

مفتی صاحب مسجد سے اٹھ کر چل دیے

احقر راقم الحروف :۔ جب مفتی صاحب اٹھ کر چل دئے تو پھر مجبوراً ہمیں بھی وہاں سے اٹھنا پڑا اور اس طرح رات کے تین بج کر چند منٹ پر یہ مجلس برخاست ہو گئی اور مفتی صاحب کے پیچھے پیچھے ہمارے رفقا بھی مسجد سے باہر آگئے۔

مفتی غلام سرور صاحب قادری :۔ د مسجد سے باہر نکل کر مفتی صاحب نے احقر سے فرمایا کہ اس قسم کے معاملہ پر نظر ثانی کرو اور تمہارا مقصد اس قسم سے اعتماد پیدا کرنا ہے اور مجھے تو آپ پر ویسے ہی اعتماد ہے۔

احقر راقم الحروف :۔ احقر نے جواباً عرض کیا کہ جہاں تک قسم پر نظر ثانی کرنے کا معاملہ ہے احقر نظر ثانی چھوڑ نظر ثالث ورابع بھی کر چکا ہے اور جہاں تک اعتماد کا مسئلہ ہے تو آپ کا شکریہ کہ آپ مجھ پر اعتماد فرماتے ہیں لیکن احقر کو اگر آپ کی جماعت پر اعتماد ہوتا تو یہ قسم کا مسئلہ پیش ہی نہ کرتا۔ اس لیے مجھے تو جبھی اعتماد پیدا ہوگا جب آپ احقر کے پیش کردہ الفاظ میں قسم اٹھالیں گے۔ اس کے بعد احقر حضرت مفتی صاحب کو وہاں

سے رخصت کر دینے کے بعد واپس اپنی مسجد میں آگیا۔
یہ تھی روداد اس گفتگو کی جو احقر اور مفتی غلام سرور صاحب قادری کے درمیان قاری قطب الدین صاحب کی مسجد میں ۲۶ مئی بروز بدھ بعد نماز عشا ہوئی تھی جو آپ کے فرمانے کے مطابق آپ کے لیے قلمبند کر دی گئی۔ آخر میں تاخیر ہو جانے پر پھر معذرت خواہ ہوں۔ فقط والسلام مع الاحترام

احقر عبدالرشید غفرلہ۔ جامع مسجد جانی شاہ
لٹن روڈ ۲۱۱ نزد چوک قرطبہ، مزنگ چونگی۔ لاہور
۱۹ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ / ۱۲ جون ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ

مندرجہ بالا روداد پر شرکاء مجلس کے تائیدی و تصدیقی دستخط

راقم الحروف نے اپنی تحریر کردہ روداد پر متعلقہ اشخاص کے علاوہ حاضرین مجلس میں سے بعض دیگر معزز و تعلیم یافتہ حضرات کے بھی تائیدی و تصدیقی دستخط حاصل کر لئے ہیں جو اپنے مکمل پتے کے ساتھ ذیل میں درج ہیں۔ تاکہ اگر کوئی بھی صاحب اپنی تسلی کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا چاہیں تو بآسانی ان تصدیق کنندگان کی طرف رجوع فرما سکیں۔

(۱) چوہدری عطاء محمد صاحب ولد چوہدری فتح محمد صاحب۔ الیف۔ اے فلورمل ۲۴/اے ٹمپل روڈ مزنگ لاہور۔

23/6/82

فتح محمد صاحب۔ ہارون ٹریڈنگ کمپنی ۴۱۔ بہاول پور روڈ۔ نزد چوک قرطبہ لاہور۔

(۲) جناب مہر ظہور دین صاحب داماد چوہدری فتح محمد صاحب۔ ۷۔ بی لٹن روڈ۔ دلفروز سٹریٹ سعدی پارک مزنگ لاہور۔

(۴) جناب منظور سلطان صاحب ولد مہر ظہور دین صاحب۔ ۷۔ بی لٹن روڈ دلفروز سٹریٹ سعدی پارک مزنگ لاہور۔

(۳) جناب محمد یونس صاحب داماد چوہدری

(۵) قمر الدین خان صاحب عرف خلیفہ صاحب

۸۵۔ ٹمپل روڈ مزنگ لاہور

(۹) چوہدری محمد رفیق صاحب
پنجاب آٹو سٹور۔ ۱۰۷ التن روڈ مزنگ لاہور

M. [illegible]
22-6-82

(۶) چوہدری اشفاق احمد صاحب ولد
چوہدری احمد دین صاحب۔
۸۔ سی شاداب کالونی ٹمپل روڈ مزنگ لاہور

24/6/82

(۱۰) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب۔
خطیب جامع مسجد قرطبہ چوک قرطبہ
مزنگ لاہور۔

(۷) حاجی شبیر محمد صاحب
مکان نمبر ۲۲ گلی نمبر ۱ لنگے زئی سٹریٹ
سعدی پارک مزنگ لاہور۔

شبیر محمد قلم خود

(۱۱) جناب قاری فقیر اللہ صاحب عارفی
مدرس مدرسہ فرقانیہ ۱۰۲ التن روڈ مزنگ لاہور

فقیر اللہ
23/6/82

(۸) چوہدری معراج دین صاحب
مکان نمبر ۵ گلی نمبر ۱۵ ارشید سٹریٹ
سعدی پارک مزنگ لاہور۔

23-6-82

(۱۲) مولوی عبدالستار صاحب
$\frac{120}{4}$ رحمان بلڈنگ مزنگ ٹمپل روڈ لاہور

عبد الستار
23/6/82

(۱۳) جناب انوار احمد صاحب
۸۰۔ راحت پارک سمن آباد لاہور

(۱۴) جناب عرفان صلاح الدین پراچہ صاحب
مکان نمبر ۲ گلی نمبر ۲۶ شاداب کالونی
ٹیپل روڈ مزنگ لاہور

۲۲/۶/۸۲

(۱۵) جناب محمد شفیع صاحب
ڈاک خانہ سکنہ دتجوڑی ضلع جوں

22-6-82

(۱۶) جناب ضابر حسین صاحب
مکان نمبر ۹۲ چوک صفا لوالہ ٹیپل روڈ
مزنگ لاہور

(۱۷) جناب شوکت علی صاحب
احاطہ کرم چند نزد ڈیوبسمو پل نمبر ۲
نزد شیر روڈ مزنگ لاہور

(۱۸) جناب محمد اشرف صاحب
۳۔ بی شاداب کالونی ٹیپل روڈ
مزنگ لاہور

(۱۹) جناب عبدالرحمٰن صاحب
کوارٹر نمبر ۶ سی بلاک شاداب کالونی
ٹیپل روڈ مزنگ لاہور

(۲۰) جناب حافظ نصیر الدین احمد صاحب
۱۱/۵ سوڈیوال کالونی ملتان روڈ لاہور

بریلویوں کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج (عکس)

باسمہ تعالیٰ

السلام علیکم۔

جناب عالی مولانا عبدالرشید صاحب
خطیب جامع مسجد جانی شاہ لٹن روڈ مزنگ لاہور

گزارش ہے کہ میں نے ۱۲ بارہ ربیع الاول ۱۴۰۵ ہجری
بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء کی شب کو پولیس
چوکی لٹن روڈ میں آپکو چیلنج کیا تھا کہ دیوبندی
بریلوی اختلافی مسائل پر آپ سے بات یعنی مناظرہ
کریں اور اب تحریری طور پر آپ کو چیلنج کرتا ہوں
کہ آپ حضرات دیوبندی بریلوی اختلافی مسائل جن پر ہم سے
مناظرہ کریں [illegible] ہمارا یہ چیلنج قبول ہوگا۔

چونکہ میں صاف اور درست خط لکھنے سے قاصر تھا اسلئے میں نے
یہ تحریر نظام الدین سے لکھوائی ہے اور لکھوانے کے بعد
اسے لفظ با لفظ پڑھ لیا ہے اور میں اسکی تصدیق کرتا ہوں
قاری قطب الدین خطیب جامع مسجد 3/202 نور احمد جمیل روڈ

میں دین اللہ آسی نے مندرجہ بالا تحریر علاوہ قاری
صاحب کی تحریر کے، قاری قطب الدین صاحب
کے حکم سے انکے [illegible] ہمراہ بیٹھ کر لکھی ہے۔

[illegible]
٢٥-٣-٨٥

جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کا تعارف

اب آخر میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کا کچھ تعارف آپ کے سامنے پیش کر دیں جنہیں "حضرۃ الاستاذ" نے مفتی غلام سرور صاحب قادری کے ساتھ زبانی گفتگو کی روداد بطور مکتوب لکھ کر مرحمت فرمائی تھی حقیقت یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب اس مکتوب کی اشاعت کی اجازت نہ دیتے تو شاید یہ مرتب مجموعہ راقم الحروف آپ کے سامنے پیش نہ کر سکتا۔ انور محمود

موصوف کی پیدائش ۱۹۳۵ء میں لاہور کے ایک مشہور محلہ "مزنگ" میں ہوئی۔ ان کے والد جناب محمد عمر دین صاحب مزنگ کی بڑی معروف شخصیت ہیں جنکی عمر تقریباً ۱۰۰ سال ہے۔ اور مزنگ کی ایک بڑی مشہور بیکری کے مالک ہیں۔ جس کا نام "ڈین بیکری" ہے اور ۱۹۰۰ء سے ہی بڑے "کنٹریکٹر" رہے ہیں۔ اب ان کے دوسرے صاحبزادے ان کی جگہ "ڈین بیکری" کا کام چلا رہے ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے ۱۹۵۱ء میں "مزنگ اسکول" سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ یہ اسکول اُس وقت لاہور میں "سینٹرل ماڈل اسکول" کے بعد بہترین اسکول سمجھا جاتا تھا۔ بعد ازاں موصوف نے "اسلامیہ کالج ریلوے روڈ" سے "ایف ایس سی" کا امتحان پاس کیا۔ اور اسکے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخلہ لیا۔ کالج میں تعلیم کے دوران موصوف نے سیاست میں بھی بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ ڈاکٹر صاحب "آل پاکستان ینگ سٹوڈنٹس ایسوی ایشن" کے "صدر" "بزم فروغ اردو" کے سیکرٹری اور "بزم تاثیر" کے جوائنٹ سیکرٹری رہے ہیں۔ محترم نے "تحریک ختم نبوت" ۱۹۵۳ء میں بڑا سرگرم حصہ لیا۔ محترم بڑی رنگارنگ طبیعت کے مالک رہے ہیں مگر اب گوشہ نشین ہیں۔ تصوف میں بہت گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور قادری سلسلہ میں بیعت ہیں۔ بشیخ التفسیر حضرت

مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ اور سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی زیارت
سے مشرف ہو چکے ہیں۔ شعراء میں سے موصوف اپنے ہم نام مصوّرِ پاکستان
علامہ اقبال کے بڑے مداح ہیں۔ اور صاحب مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ کے تو
گویا عاشق ہیں۔ موصوف نے آجکل اپنے مکان پر ہی کلینک کھول رکھا ہے۔
اپنے اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد بقیہ اکثر اوقات علاج معالجہ کے
ذریعہ عوام کی خدمت میں صرف کرتے ہیں۔ دینی تعلیم کا موصوف کو بہت شوق
ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ آجکل موصوف نے عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنی
شروع کر رکھی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ مکمل درس نظامی سے فراغت
حاصل کرلیں۔ والتوفیق بید اللہ۔

مناظرِ اسلام، وکیلِ احناف، وحید العصر، حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ کے خطبات پر مشتمل کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے میرے حضرت اقدس ؒ کے وسعتِ مطالعہ، علم و عرفان اور علمی تبحر کا زندۂ جاوید ثبوت ہے، ان خطبات کا ایک ایک لفظ اللہ اور اس کے رسول ﷺ صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، اولیائے امت اور خصوصاً سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں غوطہ زن ہے، جس کے مطالعہ سے آپ کی روح کو بالیدگی، علم کو پختگی، عقائد کو درستگی، عمل کو وارفتگی، سوچ کو وسعت، نظر کو سرور، دل کو نور، اور اذہان و عمل کو دینی سرشاری و بیداری کی دولت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ نصیب ہوگی۔ اس کے مطالعہ سے شکوک و شبہات کے داغ دھلیں گے، اور انشاء اللہ آپ عقائد و اعمال کی دنیا میں بیداری کا ثبوت دیں گے۔ ان خطبات میں جن فرق اور مذاہب پر کلام کیا گیا ہے، یہ ناکارہ ان سے انتہائی مودبانہ عرض گزار ہے کہ وہ ان دلائلِ واضحہ، حقہ، صریحہ کو ''نسخۂ شفا'' و ''داروئے تلخ'' سمجھتے ہوئے نوش فرمائیں:

''شفا بایدت داروئے تلخ نوش کن''